

سپریم کورٹ آف پاکستان
(بنیادی اختیار سماعت)

بج:

جناب جسٹس افتخار محمد چوہدری، چیف جسٹس
جناب جسٹس جواد الیس خواجہ
جناب جسٹس غلامی عارف حسین

آئینی درخواست نمبر 77 آف 2012ء

صدر بلوچستان ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن

بنام

وفاق پاکستان وغیرہ

اور

H.R.C. No. 13124-P/2011

الطاف حسین قریشی کی طرف سے درخواست

اور

HRC No. 40403-P/2011

صدید مجید زیدی کی طرف سے درخواست

اور

H.R.c. No. 40220-G/2011

(News Clipping)

اور

H.R.c. No. 43103-B/2011

حاجی عبدالقیوم کی طرف سے درخواست

اور

H.R.C. No. 17712-B/2012

مصباح بتول کی طرف سے اپنے شوہر کی بازیابی کیلئے درخواست

اور

H.R.C.27045-K & 27619-G/12

ڈاکٹر غلام رسول کا اغواء

اور

H.R.C. No. 30044-B/2012

پولیس افسران کے خلاف بے نامی درخواست

اور

H.R.C. No. 30047-G/2012

HRCP کی چیئر پرسن مس ظہرہ یوسف کی درخواست

اور

H.R.C. No. 30711-B/2012

حبیب اللہ مجاہد کی بازیابی کیلئے درخواست

اور

H.R.C. No. 30713-B/2012

روزنامہ مشرق کے چیف ایڈیٹر سید ممتاز احمد شاہ کی درخواست

اور

C.M.A. No. 42-43 of 2012

خروٹ آباد واقعے کی انکوائری رپورٹ

اور

C.M.A. No. 178-Q of 2012

بلوچستان کے لاپتہ افراد کے مقدمات کی اپیل

اور

C.M.A. No. 219-Q of 2012

میجر ریٹائرڈ نادر علی کی درخواست

اور

C.M.A. No. 431-Q of 2012

جناب ذوالفقار نقوی، اے ایس جے

اور

C.M.A. No. 516-A/2012

جناب نصر اللہ بلوچ کی درخواست

منجانب پیشتر:

سید ایاز ظہور، سینئر اے ایس سی
مسٹر ہادی شکیل احمد، اے ایس سی
مسٹر ایم قاہر شاہ، اے ایس سی
مسٹر کامران مرتضیٰ، اے ایس سی
مسٹر باز محمد کر، اے ایس سی
ملک ظہور شہوانی، ایڈوکیٹ
صدر بلوچستان ہائی کورٹ بار
مسٹر ساجد ترین، ایڈوکیٹ/سینئر نائب صدر

منجانب ایس سی بی اے پی:

مسٹر یاسین آزاد، اے ایس سی/صدر
مسٹر جہانزیب جادون، اے ایس سی/نائب صدر اور
ایم ایس خالد کبدانی اے ایس سی، ثناء اللہ کبابکی، اے ایس سی
بشیر ظاہر، اے ایس سی ممبر ایگزیکٹو

منجانب درخواست گزار/شکایت کنندہ:

مسٹر نصر اللہ بلوچ (In CMA 178 7 516-Q/12)

مسما تہنات ظاہرہ، ایڈوکیٹ/ممبر پی آئی ایچ آراو

(in CMA 3966/2012)

دُر خاتون، خیر النساء، مہابی بی، بی بی آنشہ، بی بی رحیم،

مسما ت جویرہ، بی بی فاطمہ،
گوہر خاتون، آسیہ بی بی، سلیم خاتون، ساجدہ،
حرم ت خاتون، گنج بی بی، سید بی بی،
بی بی حسینہ، پرویز احمد، ایم عالم، ظہور، ایم مرید،
جہانزیب، دیو اینڈ حاجی نصیر احمد۔

منجانب ایم پی اے:
ڈاکٹر سلطان ترین، ڈاکٹر سادات خان اور ڈاکٹر شمس کرک
(applicant in CMA 524-Q/12)

مسٹر ایم ظفر، سیراے ایس سی
مسٹر رشید اے رضوی، سیراے ایس سی
مسٹر منیر اے ملک، اے ایس سی
مسٹر سلیمان اکرم راجہ، اے ایس سی

Amicus Curiae:

ملک سکندر خان، ڈی اے جی

منجانب وفاق پاکستان:

نیو

منجانب وزارت داخلہ

کمانڈر حسین شہباز، ڈائریکٹر (ایل)

منجانب وزارت دفاع:

مسٹر امان اللہ کنرانی، اے جی
مسٹر امان اللہ ترانی، ایڈیشنل، اے جی
مسٹر بابر یعقوب فتح محمد، چیف سکیورٹی
مسٹر عصمت اللہ کا کر، سکیورٹی ہیلتھ
مسٹر حسن اقبال، سپیشل سیکرٹری، ہوم
مسٹر طارق عمر خطاب، آئی جی پی

منجانب حکومت بلوچستان:

مسٹر قمر ڈشتی، کمشنر کوئٹہ
میرز بیر محمود، سی سی پی او، کوئٹہ
مسٹر حامد شکیل، ڈی آئی جے (انوسٹی گیشن)

منجانب آئی جی، ایف سی: مسٹر ایس ایم ظفر، سنیر اے ایس سی
مسٹر عبید اللہ خٹک، آئی جی، ایف سی
میجر سہیل، ایچ کیو، ایف سی

منجانب ایف بی آر: ڈاکٹر ایم شمیم رانا، اے ایس سی

منجانب موبائل آپریٹرز: نیو

منجانب پی ٹی اے: نیو

تاریخ سماعت: 08th to 12th October, 2012
(current session at Quetta)

آرڈر

افتخار محمد چوہدری چیف جسٹس، درخواست گزار ہائی کورٹ بار اسوسی ایشن بذریعہ صدر نے ٹارگٹ کلنگ، اغوا، اغوا برائے تاوان اور اراکین بار کو زبردستی غائب کرنے جیسے بار بار ہونے والے واقعات کو دیکھنے کے بعد موجودہ پٹیشن دائر کی کیونکہ وکلاء کے جان و مال محفوظ نہیں تھے۔ کچھ وکلاء کی تفصیلات کا ذکر درج ذیل ہے:-

"وکلاء سے متعلق چند واقعات درج ذیل ہیں۔

15 جولائی 2010 کو ایک سینئر ایڈوکیٹ مسٹر حبیب جالب کو ان کے گھر کے سامنے بے دردی سے قتل کیا گیا۔

7 ستمبر 2010 کو مسٹر زمان مری کو قتل کیا گیا اس کی نعش مستونگ کے علاقہ سے برآمد کی گئی۔

14 ستمبر 2010 تین اشخاص کو قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اغوا کیا۔

24 ستمبر 2010 مسٹر شیر علی کرداڈ وکیٹ کی نعش خضدار کے علاقے سے برآمد کی گئی جسے 21 ستمبر 2010 کو کوئٹہ سے اغوا کیا گیا تھا۔

21 اگست 2010 کو محمد عمر اور عرض محمد کی نعشیں کوئٹہ سے برآمد کی گئیں۔

کوئی ایسا دن نہیں ہے کہ جس دن پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے ٹارگٹ کلنگ اغواء، اغواء برائے تاوان وغیرہ جیسے واقعات رپورٹ نہ کئے ہوں۔ اخبارات میں سے کچھ جو کہ فوری طور پر میسر ہیں فاضل عدالت کے جائز کے لیے اس کے ساتھ منسلک کی جاتی ہیں۔

وکلانے نے نہ صرف اپنے جان و مال کو شدید خطرہ محسوس کیا بلکہ بلوچستان کے عوام کو بھی کیونکہ وہ متواتر ایسے واقعات کو الیکٹرانک میڈیا پر دیکھتے اور اخبارات میں پڑھتے ہیں۔ تعلیم یافتہ ہونے اور مہذب معاشرے کے اراکین ہونے کی وجہ سے انہوں نے پرامن احتجاج وغیرہ کیئے۔ لیکن ٹارگٹ کلنگ، اغواء، اغواء برائے تاوان جیسے واقعات متواتر ہوئے اور ان میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا۔ اس لیے بنیادی حقوق کے نفاذ کے لیے مدعا علیہان کو احکامات دیئے گئے کہ بلوچستان کے عوام جان و مال کا تحفظ کریں اور تمام ایسے اقدامات کریں جن سے ٹارگٹ کلنگ، اغواء، اغواء برائے تاوان وغیرہ پر قابو پایا جائے تاکہ ان کے بنیادی حق کو تحفظ دیا جاسکے۔

2- حادی شکیل احمد، صدر بلوچستان ہائی کورٹ بار نے ابتدائی سطح پر بتایا کہ صوبہ بلوچستان میں ہر دن گزرنے کے ساتھ امن و امان کی صورت حال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ دراصل اُس کے مطابق یہ اس عروج پر ہے کہ شریپند عناصر کی طرف سے تشدد، لوٹ مار، فائرنگ، اغواء اور دھماکوں جیسے بڑھتے ہوئے واقعات کی وجہ سے بجلی اور گیس کی تنصیبات، سڑکیں، ریلوے لائنیں، پل وغیرہ بھی محفوظ نہیں رہے۔ اور کوئی بھی بشمول افسران اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اراکین بھی اس خطرناک حالت میں محفوظ سفر نہیں کر سکتے۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ اس مقدمے کے زیر التواء کے دوران آغاز اہڈ وکیٹ کو کوئٹہ سے اغواء کیا گیا جبکہ اُس کے بھائی آغاز اہڈ پہلے اغواء ہو چکے تھے۔ اُس کے اغواء پر شور و غل کی وجہ سے آغا نادر کورہا کر دیا گیا اور اُس کا بھائی آغاز اہڈ اغواء رہا تھا۔ اسی طرح سلیم اختر اور طاہر وکلاء کو کوئٹہ سے سبی اور درہ بولان کے راستے دھدر کے سفر کے دوران اغواء کیا گیا۔ اُس کے مطابق ایسے واقعات کی وجہ سے قانونی طبقہ اور بار کے اراکین میں غیر یقینی صورت حال میں اضافہ کا باعث ہے اور اس بارے میں کوئی ٹھوس ترقی نہیں ہو سکی۔

3- یہ ذکر کرنا باعث دلچسپ ہے کہ مسٹر امان اللہ کنرانی فاضل ASC (اب ایڈوکیٹ جنرل بلوچستان) جو 25 فروری 2011ء مقدمہ کی کاروائی کے دوران موجود تھے نے بتایا کہ چند دن پہلے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اعلیٰ عہدیداران جیسا کہ انسپکٹر جنرل پولیس اور چیف سیکرٹری کو نشانہ بنایا گیا اُن پر فائرنگ کی گئی اور اُن کی تذلیل کی گئی۔ یہاں تک کہ صوبہ کے گورنر کو بھی نہیں چھوڑا گیا اور اُن کی جان لینے کی کوشش کی گئی۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ پیش آیا جس میں وزیر اعلیٰ کو کوئٹہ ٹاؤن میں ٹارگٹ کیا گیا۔ اُس نے مزید اضافہ کیا کہ ایک اور واقعے میں D.C. جھلمکسی اور چار دوسرے افسران کو اغواء کیا گیا اور بعد میں اُن کو رہا کر دیا گیا لیکن پولیس ملازمین اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اُس کے مطابق امن وامان کی صورت حال اتنی اعلیٰ سطح پر خراب ہو چکی ہے کہ ٹریفک پولیس کا سڑکوں کے چوکوں پر کھڑا ہونا اور ٹریفک کنٹرول کرنا مشکل ہو چکا ہے۔ اس مقصد کے لیے کم از کم تین رائفلیز مسلح ملازمین کو ڈیوٹی سرانجام دینے کے لیے تعینات کیا جاتا ہے کیونکہ کئی ملازمین / پولیس ملازمین کو قتل / ٹارگٹ کیا جا چکا ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ بلوچستان کے عوام خوف زدہ ہیں کیونکہ پولیس انتظامیہ اور وفاقی حکومت کی جانب سے سوائے کھوکھلے بیانات کہ وہ مجرموں کے ساتھ سختی سے نمٹیں گے کوئی موثر اقدامات نہیں اٹھائے گئے۔ عملی طور پر اُن کی بہتری کے مقصد کے حصول کے لیے کوئی موثر اقدامات نہیں کئے گئے۔

4- یہ قابل ذکر ہے کہ سیکرٹری ہوم اور قبائلی معاملات، پراونشل پولیس آفیسر / AGP اور ڈائریکٹر جنرل I.B.I، D.G.I.S.I، وزیر داخلہ اور دفاع حکومت پاکستان نے اپنے جوابات میں صوبہ بلوچستان میں امن وامان کی بگڑتی صورت حال سے انکار نہیں کیا۔

5- سائل کے فاضل وکیل نے پٹیشن کے التواء کے دوران بار بار یہ بات دہرائی کہ صوبائی اور وفاقی حکومتوں کا یہ بنیادی فرض ہے کہ شہریوں کے جان و مال اور آزادی کو تحفظ فراہم کریں۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 9 کی روشنی میں ہے کہ "کسی شخص کو اُس کی زندگی اور آزادی سے محروم نہیں کیا جاسکتا صرف اور صرف قانون کے مطابق" اور آئین کے آرٹیکل (1) 24 کے تحت جو بیان کرتا ہے کہ "کسی شخص کو اس کی زندگی، آزادی اور جائیداد سے محروم نہیں کیا جاسکتا صرف اور صرف قانون کے مطابق"

6- یہ بھی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ بادی النظر میں صوبے میں کام کرنے والے ادارے بے بس نظر آتے ہیں اور یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وفاقی حکومت صوبہ بلوچستان کی اس مخدوش صورت حال کو بھلا چکی ہے۔ یہ ہمارے لیے حیرانگی سے کم نہیں ہے کہ وفاقی حکومت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل (3) 148 کی روشنی میں اپنا فرض ادا کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اُسے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے تھا اور اُسے صوبائی حکومت کے ساتھ صوبے میں امن وامان کو برقرار رکھنے کے

لئے تعاون اور اتحاد کرنا چاہیے تھا۔ اسی طرح اٹارنی جنرل کو بذریعہ حکم مورخہ 25.2.2011 کو کہا گیا تھا کہ وہ وزیراعظم کے سامنے یہ معاملہ رکھیں اور بلوچستان کی صورت حال کے بارے میں بتائیں اور اس کی مداخلت وغیرہ حاصل کریں۔

7۔ اس بات کا کہنا بلاوجہ نہ ہوگا کہ احکامات کے مندرجات کی رو سے ہمیں 2 مارچ 2011 کو جانب طارق محمود ڈائریکٹر آئی ایس آئی نے آگاہ کیا کہ سیکرٹری داخلہ کے دفتر میں منعقدہ اعلیٰ سطحی اجلاس میں وزارت قانون کو آئی ایس آئی کے نقطہ نظر کے بارے میں آگاہ کر دیا گیا ہے اور یہ بات اٹارنی جنرل کے علم میں بھی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ مذکورہ تاریخ سماعت (2 مارچ 2011ء) پر اس بات کا مشاہدہ بھی کیا گیا کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو آئین اور قانون کے مطابق کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ شہریوں کی جان و مال کی حفاظت آئین کی دفعہ 9 اور (1) 24 کے تحت صوبائی اور وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لہذا آئین کے فراہم کردہ بنیادی حقوق کے اطلاق کے لئے دونوں حکومتیں یعنی وفاقی اور صوبائی حکومتیں کسی بھی قسم کے تعصب کے بغیر شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ دار ہیں۔ اور مقامی انتظامیہ کا وفاقی حکومت کو صوبائی حکومتوں کو مکمل معاونت فراہم کرنے کے لئے ضروری اقدامات کرنا بہت ضروری ہے۔ اس بات کا مزید مشاہدہ کیا گیا کہ مطلوبہ اہداف کے حصول کے لئے ہنگامی اقدامات کا کیا جانا ضروری ہے۔ صوبہ کے چیف سیکرٹری کو اس بات کی ہدایت کی گئی تھی کہ وفاقی حکومت کو اور اس عدالت کو تجاویز پیش کریں تاکہ ہم بلوچستان کے عوام کے بنیادی حقوق کی حفاظت کے لئے کوئی مناسب عدالتی حکم جاری کر سکیں۔ چیف سیکرٹری گورنمنٹ آف بلوچستان نے صوبہ کے مختلف مقامات اور متروکہ جگہوں پر پائی گئیں بے شمار لاپتہ افراد، ٹارگٹ اور مذہبی منافرت کی شکار اموات، بے شمار اغواء برائے تاوان کے مغوی، ایف سی، پولیس اور لیویز کے بے شمار اہلکاران کی مسخ شدہ لاشوں کی دریافت کے بارے میں مختلف اوقات میں رپورٹس پیش کیں۔ اسی طرح بے شمار زخمی افراد جن میں شہری اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاران شامل ہیں کی رپورٹس بھی پیش کی گئیں۔

8۔ ایسے لاپتہ افراد جو کہ اگرچہ عدالت میں پیش تو نہیں کئے گئے بلکہ وہ اپنی مدد آپ کے تحت اپنے گھروں کو لوٹے اور ان کی تفصیل بھی ریکارڈ کا حصہ ہے کی بازیابی کی خاطر مختلف اوقات میں احکامات جاری کئے گئے۔

9۔ مسخ شدہ لاشوں کی دریافت اور لاپتہ افراد کے بارے میں عدالت نے مقدمات درج کرنے کی ہدایت کی۔ لاء اینڈ آرڈر کو برقرار رکھنے کے لئے ایسے علاقے جو کہ اگرچہ پولیس اور لیویز کے زیر انتظام ہیں مذکورہ بالا جرائم کے ارتکاب کے سلسلہ میں مقدمات درج کئے گئے لیکن ان کی کوئی قابل ستائش تفتیش نہیں کی گئی۔ مقدمہ کی سماعت مختلف اوقات میں کی گئی اور اب تک 70 پیشیاں گزر چکی ہیں اور اسی اثناء میں اس مقدمہ کے علاوہ 162 متفرق درخواستیں جن میں زیادہ تر

لاپتہ افراد کی عدم بازیابی کے بارے میں دائر کی گئیں بھی رجسٹرڈ کی گئیں۔

10- جہاں تک لاپتہ افراد کی بازیابی کا تعلق ہے تو یہاں یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ ایک گھمبیر مسئلہ بن چکا ہے ان کے چاہنے والے غربت کے باوجود دردر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں لیکن تاحال کوئی کامیابی نہیں ہو سکی۔ جس کی وجہ سے قانون نافذ کرنے والے اداروں اور سول انتظامیہ پر سے اعتماد اٹھ چکا ہے۔ مقدمہ کی ابتدائی تاریخ سماعت پر جو ہم نے مشاہدہ کیا کے علاوہ اب تک 100 مزید افراد لاپتہ ہو چکے ہیں جب کہ نصر اللہ بلوچ جو لاپتہ افراد کی بازیابی کے بارے میں آواز اٹھا رہے کے مطابق ہیں یہ تعداد کہیں زیادہ ہے۔

11- لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال ہر روز بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے صوبہ بھر میں افراتفری کا سماں ہے۔ اگرچہ صوبہ میں وزیر اعلیٰ اور کابینہ جو کہ پچاس ارکان اور پانچ مشیران، ایک سپیکر اور ڈپٹی سپیکر مکمل 65 اراکین پر مشتمل صوبائی اسمبلی موجود ہے لیکن ان میں سے کسی نے بھی صوبہ بھر میں بد امنی کی فضاء کو بہتر کرنے کے لئے کوئی پیش قدمی نہیں کی۔

12- اسی اثناء میں فرقہ واریت کی بناء پر قتل و غارت کا ایک نیا باب کھل چکا ہے۔ جس کی وجہ سے لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال مزید بگڑ گئی ہے۔ انتظامیہ کی جانب سے مورخہ 5 ستمبر 2012 کو دائر کردہ متفرق درخواست نمبر 445-Q/2012 کے مطابق مارچ تا اگست 2012 کے دوران مندرجہ ذیل تعداد فرقہ واریت کی بناء پر قتل و غارت کا شکار ہوئی۔

مارچ تا اگست 2012 کے دوران فرقہ وارانیت اور ٹارگٹ کلنگ کا خلاصہ

Total	Type of Incident						
	Attack on Hazara Shia	Attack on Sunni including Ulmas	Attacks on FC	Attacks on Police	Other Shia	Settlers Killing	Others
No. of Incident	21	06	33	26	07	16	16
No. of persons Killed	46	20	33 (7 Civilians)	37	14	22	19

No. of persons injured	36	67	83	50	08	27	63
------------------------	----	----	----	----	----	----	----

یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بہیمانہ فرقہ وارانہ قتل کے ساتھ ساتھ ٹارگٹ قتل بشمول مقامی باشندگان کا قتل یا ان لوگوں کا جو اپنی روزی کمانے کے مقصد کے ساتھ بلوچستان آئے ہیں اضافہ ہوا ہے یہاں اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کہ پے در پے واقعات میں مجرموں نے مسافر بس کوروا، شناختی کارڈوں کو دیکھا، سب کو الگ الگ کیا، اور جو کوئی بھی بلوچستان کے شہروں کا رہائشی نہ پایا اس کو مسلح قاتلوں کے سامنے کھڑا کر کے بہیمانہ طریقے سے قتل کیا اسی طرح وہاں واقعات کا کوئی اختتام نہیں، جہاں پرائیویسی کے لوگوں اور ایسے ہی پولیس اور لیویز کے لوگوں کو اسی طرح بہیمانہ طریقے سے قتل کیا گیا ملزمان موٹر سائیکل پر سوار ہو کر بغیر کسی رکاوٹ کے صوبے کے کسی بھی حصے میں آزادانہ طور پر گھومتے ہیں، وہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں لیکن اب تک کوئی ایک بھی ملزم جو حقیقت میں ٹارگٹ قتل کے واقعات میں ملوث ہو کر گرفتار نہیں کیا گیا۔ اسی طرح، قانون نافذ کرنے والے ادارے بشمول پولیس اور لیویز ان قاتلوں سے ناواقف ہیں جو صوبے کے مختلف حصوں میں شہریوں کی مسخ شدہ لاشیں پھینکتے ہیں۔ ایف سی اور پولیس کی قانون کی حکمرانی اور احکام کے نفاذ میں ناکامی، جیسا کہ نیم فوجی دستے پورے صوبے میں نظر آتے ہیں قانون اور آئین کے تحت ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے دائرہ کار میں رہیں اور اپنے فرائض قانون کے اندر رہ کر نبھائیں جو ان کو دیئے گئے ہیں لیکن یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آزاد ہیں جو مرضی کریں۔ اس بنیاد پر کچھ واقعات بیان کرنے ضروری ہیں۔

(a) - بیان کیا گیا کہ ایک واقعہ تو تک کے علاقے میں 17 اور 18 فروری 2011ء کی درمیانی رات کو وقوع پذیر ہوا جس میں ایف سی نے تیس اشخاص کو اٹھایا اور تحصیلدار اعظم باڑی کی موجودگی میں ان کی جائیداد کو آگ لگائی گئی۔ تاہم بعد میں 14 اشخاص کو چھوڑ دیا گیا لیکن 16 اشخاص بدستور غائب ہیں۔ تحصیلدار سے جب وضاحت طلب کی گئی تو اس واقعہ سے متعلق مکمل طور پر لاعلمی کا اظہار کیا لیکن جب سامنے کیا گیا تو وہ واقعہ کے وقوع پذیر ہونے سے متعلق انکار نہ کر سکا اور غیر ضروری بیانات دینے شروع کر دیئے۔ یہ بھی ہمیں بتایا گیا کہ (ڈاکٹر پرویز احمد) اس وقت کے ڈپٹی کمشنر خضدار کے دفتر میں سردار احمد علی اور اس کے بیٹوں کے درمیان ملاقات بھی ہوئی تھی۔ ڈی آئی جی ایف سی بریگیڈ میئر شہزاد کے مطابق واقعہ وقوع پذیر ہوا تھا لیکن یہ فوج اور مجرموں کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ تھا۔ جب کہ مدعی کے معزز وکیل نے بتایا کہ تیس اشخاص کو گرفتار کیا گیا تھا جن میں سے ابتدائی طور پر 26 کو رہا کر دیا گیا اور 9 ایف سی کی تحویل میں ہیں۔ جن کا نتیجہ 4+5=9 اور 26 اشخاص کی رہائی کے بعد 5 مزید اشخاص کو بشمول سردار علی محمد قلندارانی کے تین بچوں کے گرفتار کیا گیا تھا۔

(b) - اسی طرح ایک اور واقعہ میں، جس میں 04-11-2011 کو واڈ سے ایک علی حسن مینگل ولد خان محمد کو اٹھایا گیا تھا۔ اس کا بیٹا گوہر علی عدالت میں پیش ہوا اور بتایا کہ اس کے والد کو ایف سی نے اٹھایا ہے۔ اور وہ ایس ایچ او کو جانتا ہے جس

کا نام جمعہ خان ہے جس کی موجودگی میں اس کے والد کو اٹھایا گیا ہے۔ اس نے میجر طاہر نوید اور میجر ندیم کا نام بھی بتایا۔ اس عدالت کی ہدایت پر مقدمہ درج ہوا۔ گوہر علی نے عدالت کے سامنے بتایا کہ اس کو ایف سی ہیڈ کوارٹر خضدار بلایا گیا تھا، جہاں اس کو کہا گیا کہ وہ معاملے کی پیروی نہ کرے اور ان کے ساتھ تعاون کرے، اس کے والد کو رہا کر دیا جائے گا لیکن اب تک اس کے والد کو بازیاب نہیں کرایا جاسکا۔

(c) - جیسا کہ اسی طرح عبدالمالک ولد عبدالحق کی گمشدگی کے متعلق، ایف سی پر الزامات ہیں کہ وہ لے کر گئے ہیں۔ سیشن جج نوشکی نے انکوائری کی، جس نے اپنی رپورٹ میں مرتب کیا کچھ اس طرح:

”ایف سی درحقیقت نیم فوجی دستے ہیں، اگر یہ حقیقت میں گمشدہ لوگوں کے اغواء اور گرفتاریوں میں ملوث ہیں جیسا کہ گواہان نے اپنے بیانات لکھواتے ہوئے کہا ہے تو یہ بہت زیادہ غیر قانونی اور اختیارات سے تجاوز ہے۔ پولیس کو اختیار ہے کہ وہ کسی بھی شخص کو گرفتار کرے۔ جو جرم میں ملوث ہو، تاہم یہ ضروری ہے کہ دوران تلاشی ایف سی مجرموں کو گرفتار کرے اور اس کو تفتیش کے لئے حوالے کر دے۔ اس طرح کے مقدمات میں اغواء شدہ لوگوں کے خاندان کا یہ فرض ہے کہ جب پولیس ایف آئی آر درج نہ کرے تو ان کو متعلقہ عدالت سے ایف آئی آر درج کرانے کے لئے رجوع کرنا چاہیئے۔

(d) - اسی طرح، ایف آئی آر نمبر 36 اور 38، 2012 دائر کی گئیں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ایف سی کے ملازمین مہران بلوچ کو ہمراہ دو اشخاص جن کے نام محمد خان مری اور محمد نبی ہیں اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اس واقعے کے گواہ دوٹریفک پولیس کے ملازم ہیں (امجد حسین اے ایس آئی اور کانسٹیبل محمد فاروق)، جنہوں نے کہا ہے کہ ان تمام کو ایف سی کی گاڑی میں سرینا ہوٹل کے قریب سے اٹھایا گیا ہے اور وہ گاڑی ایف سی ہیڈ کوارٹر کی طرف گئی تھی۔ بریگیڈیئر شہزاد نے عدالت کے سامنے رضا مندی ظاہر کی تھی کہ وہ ان اشخاص کو بازیاب کریں گے، تاہم، التجاء کی تھی کہ اس بات کو حکم میں تحریر نہ کیا جائے اور متعلقہ افسران سے رابطے کے لئے وقت دیا جائے۔ ہم نے وقتاً فوقتاً بارہا ایف سی اور پولیس کو ہدایات جاری کیں کیونکہ، ایک موقع پر ڈی آئی جی ایف سی بریگیڈیئر شہزاد نے عدالت سے وقت مانگا تھا اس تاثر کے ساتھ کہ وہ اس پوزیشن میں ہے کہ وہ ان کے حالات و واقعات کے متعلق بیان دے سکے کہ وہ کہاں ہیں لیکن وہ جلدی واپس نہ آیا یہی وجہ ہے کہ اس بات کو مورخہ 11-05-2012 کے حکم میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد، ایک موقع پر پولیس ملازمین CCTV کی ریکارڈنگ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، جو کہ 14-05-2012 کو کمرہ عدالت میں آئی جی ایف سی کی موجودگی میں ملٹی میڈیا پر چلایا گیا۔ تاہم 01-06-2012 کو غم کے ساتھ یہ بتایا گیا کہ 28-05-2012 کو تھانہ شالکوٹ کے علاقہ میں تین بوری بند لاشیں ملی ہیں۔ آئی جی پولیس نے CMA440-Q/12 جمع کرائی جس میں اس نے ایف سی کو ملوث کرتے ہوئے الزامات لگائے کہ ایف سی کے لوگ ذمہ دار ہیں کیونکہ وہ وقتاً فوقتاً لوگوں کو اٹھاتے رہتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق لوگوں کے اغواء کے متعلق اکثر ایف آئی آر میں ایف سی کے خلاف الزامات لگائے جاتے ہیں۔

(e) شبیر احمد سومالانی کے معاملہ میں جو کہ قاری نصیر احمد کے ہمراہ بروہی روڈ پولیس سٹیشن میں بند تھا اور FC اہلکاروں پر یہ الزام تھا کہ انہیں اس وقت کے SHO، امیر خان دستی کی موجودگی میں 12.10.2009 کو ان کی رہائی کے فوراً بعد تحویل میں لے لیا گیا۔ شبیر سلیمانی کی والدہ سلیم خاتون کے بیان کے مطابق ان دونوں افراد کی پولیس سٹیشن کے سامنے سے اٹھائے جانے کے واقعے کو اس وقت کے SHO کے علم میں لایا گیا جس نے ان کی بات کی تائید کی لیکن اس سلسلے میں کوئی اندراج ظاہر نہیں کیا۔ ایک رپورٹ داخل کی گئی جس میں ایم آئی کے چند اہلکاروں کے نام درج تھے۔ مذکورہ نام DIG ایف سی بریگیڈیر شہزاد کے علم میں لائے گئے۔ شاہد نظام درانی جو کہ اس وقت CCPO کوئٹہ تھے اور اس وقت کے DIG عابد نطقانی جن کی ہدایات پر مذکورہ بالا افراد کو حراست میں لیا گیا کو بھی نوٹس دیا گیا۔ تفتیش کے دوران انہوں نے میجر معین کا نام بتایا کہ جس کے حوالے اُس نے مندرجہ بالا گمشدہ افراد کو کیا تھا۔ بار بار کی ہدایات کے باوجود تفتیشی ٹیم مندرجہ بالا گمشدہ افراد کو ڈھونڈنے میں ناکام رہی۔

(f) اسی طرح ایک اور مقدمہ میں الزام یہ ہے کہ دو افراد بنسرا اور کاؤ کوڈیرہ بگٹی سے ایف سی اہلکاروں نے زبردستی اٹھایا اور بیان کے مطابق کاؤ کوڈی خفیہ ایجنسی کے حوالے کر دیا گیا جبکہ بنسرا کو چمن لے جایا گیا جہاں اسکے خلاف امیگریشن کے تحت مقدمہ درج کر کے اسے جرمانہ وصول کر کے چھوڑ دیا گیا۔ وہ اسسٹنٹ کمشنر ڈیرہ بگٹی کے سامنے پیش ہوا اور اپنا بیان قلمبند کرایا۔ اسی طرح وہ سیشن جج MIT ہائی کورٹ کے سامنے پیش ہوا اور مندرجہ بالا حقائق کی تجدید کی اور مزید الزام لگایا کہ اس کا بھائی کاؤ کئی اور افراد کے ہمراہ ڈیرہ بگٹی میں FC کی تحویل میں ہے، جن کی تعداد اس نے 80 بتائی۔ کرنل ارشد حسین کمانڈانٹ FC بمبور رائفلز کو اس کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ ہماری ہدایات اور اس کی چھٹی کی منسوخی کے باوجود نہ ہی وہ اس عدالت میں حاضر ہوا اور نہ کاؤ کوڈی پیش کیا گیا۔

13 FC پر اور بھی بہت سے افراد کو زبردستی اٹھانے کے الزامات ہیں لیکن FC کے خلاف الزامات کو ثابت کرنے کے لیے کچھ مثالیں دی گئی ہیں کہ FC کی جانب سے مختلف مقامات سے افراد کو زبردستی اٹھانے کے الزام کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا۔

14۔ یہ مشاہدہ کیا گیا کہ ہم نے قانون نافذ کرنے والے اداروں بشمول ایف سی وغیرہ سے لاپتہ افراد کو پیش کرنے کا بار بار مطالبہ کیا۔ اور بار بار حتمی احکامات جاری کئے گئے لیکن ان کو پیش کرنے کے احکامات نہ مانے گئے اور محض یہ کہہ دیا گیا کہ وہ ہماری تحویل میں نہیں ہیں۔ برعکس اس کے ایسی مضبوط شہادتیں موجود ہیں جن کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے۔ جن کی بنیاد پر بادی النظر میں ایف سی کی شمولیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مسٹر صادق عمرانی نے مورخہ 06-02-2012 جو کہ حکومت بلوچستان کے صوبائی وزیر ہیں نے اسمبلی میں ایف سی کے اہلکاروں کی کچھ لوگوں کے قتل میں ملوث ہونے کا انکشاف کیا۔

جن کے بیان کی تائید حاجی علی مدد خٹک نے اسمبلی کی کارروائی میں کی۔ جس نے اپنا بیان دیتے ہوئے کہا کہ اس نے دو اشخاص کو اغواء کرنے کا واقعہ ہمراہ مسٹر ظفر اللہ زہری ہوم منسٹر اور مسٹر یونس ملازئی صوبائی وزیر دیکھا اور اگلے دن جب وہ قلات سے کوئٹہ آ رہے تھے تو انہوں نے ان اشخاص کی نعشوں کو دیکھا۔ حیران کن طور پر اس رپورٹ پر کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

15۔ مقدمہ کی سماعت کے دوران درخواست دہندہ کے معزز وکیل نے ہماری توجہ ڈیرہ بگٹی کے رہائشیوں / باشندوں کی مشکلات کی طرف دلائی جن کا تعلق مختلف قبائل سے ہے۔ مرحوم نواب اکبر خان بگٹی کے قتل کے واقعہ کے بعد کوئی بھی شخص مقامی انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کی اجازت کے بغیر ڈیرہ بگٹی نہیں جاسکتا۔ آدھی سے زیادہ آبادی وہاں سے ہجرت کر چکی ہے۔ لہذا سیکرٹری داخلہ کو ہدایت کی گئی تھی کہ تمام رکاوٹوں کو دور کرے اور ایک جامع / تفصیلی رپورٹ اس سلسلہ میں جمع کرائے۔ مورخہ 3 ستمبر 2012 کو عدالت اس نقطہ کو زیر غور لائی کہ آئین اور قانون کا جہاں تک تعلق ہے۔ تو قانون کے تحت کسی شہری پر ملک کے کسی بھی حصے میں جانے یا رہنے پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ ہے۔ بلوچستان کے چیف سیکرٹری نے اپنے طور پر یہ بیان کیا کہ وہ اس معاملہ پر ڈیرہ بگٹی جانے کے بعد رپورٹ جمع کرائے گا۔ چیف سیکرٹری نے ڈیرہ بگٹی کا دورہ کیا اور ایک رپورٹ تیاری کی جو درج ذیل ہے:-

(a) ڈیرہ بگٹی ایک عام ضلع کے طور پر مکمل طور پر غیر فعال ہو چکا ہے۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ضلع افسران زیادہ تر ضلعی ہیڈ کوارٹر سے دور رہتے ہیں یا اپنی سہولت کے مطابق سوئی کے مقام پر رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ضلعی سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی ڈیرہ بگٹی کی بجائے سوئی میں رہنے کو ترجیح دیتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے ڈیرہ بگٹی ایک ضلعی ہیڈ کوارٹر کے طور پر مقامی لوگوں / افراد کو کوئی خدمت مہیا نہیں کر رہا۔

(b) سرکاری ملازمین کا اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر رہنا شک و شبہ سے بالاتر ہے اور یہ صرف ضلعی ہیڈ کوارٹر اور ضلعی افسران تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ضلعی اکاؤنٹ افسر کو بھی یہ علم نہیں کہ کتنے سرکاری ادارے خزانہ سے تنخواہیں حاصل کر رہے ہیں۔ زیادہ تر ڈیوٹی سے غیر حاضری محکمہ تعلیم میں پائی گئی ہے۔

(c) معاشرتی سیکٹروں میں سے تعلیم اور صحت کی کارکردگی بُری ہے۔ پینے کا صاف پانی مہیا نہیں۔ ضلع میں مشکل ہی سڑکوں کا کوئی نظام ہے۔ اقتصادی سیکٹر جیسا کہ زراعت اور غلہ بانی ہیں، انہوں نے بھی کچھ کر نہیں دکھایا۔ یہ ظاہر ہے کہ اقتصادی اور انسانی ترقی کے لحاظ سے ڈیرہ بگٹی کیوں ملک کے غریب ترین ضلعوں میں سے ایک ضلع ہے۔

(d) PPL اور OGDCL کا کردار بھی تفصیل سے زیر بحث آیا۔ لوگ انہیں روزگار اور سہولیات مہیا کرنے والا سمجھتے ہیں لیکن زیادہ تر شکایات بھی انہی کی بے قائدگیوں کے بارے میں ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ان کمپنیوں کو کارپوریٹ معاشرتی ذمہ داری کے تحت لوگوں کو روزگار مہیا کرنا چاہیے۔ لیکن یہ صوبائی حکومت کو ڈیرہ بگٹی کے حوالے سے اس کی ذمہ داری سے بری

الذمہ قرار نہیں دیتی۔

(e) وڈیروں اور اہم لوگوں سے ملاقات کے دوران، ہر شخص نے اس بات پر زور دیا کہ ڈیرہ بگٹی نوگواہیر یا نہ تھا۔ جب کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سیکورٹی کی صورت حال بھی خطرناک ہے۔ سوئی سے ڈیرہ تک سڑک پر ایف سی کا پیرا ہے۔ سڑک پر چیک پوسٹیں بنی ہوئی ہیں۔ اور ہر شخص نے کہا کہ یہ مجرموں کو روکنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ عام گاڑی سڑک پر کم دکھائی دی۔ اس بارے میں بہتر بار ایسوسی ایشنز کے ممبران بتا سکتے ہیں جنہوں نے علاقے کا دورہ کیا۔ جب کہ ڈیرہ بگٹی کے عام رہائشیوں کے لئے کوئی مسئلہ دکھائی نہیں دیتا۔ عام تاثر یہ ہے کہ نواب اکبر بگٹی کے خاندان کے افراد ڈیرہ بگٹی کی طرف سفر کرنے میں آسانی محسوس نہیں کرتے۔ ڈیرہ بگٹی کے وڈیروں نے واضح طور پر کہا کہ وہ ایسے کسی گروپ کو خوش آمدید نہیں کہیں گے جو بڑی تعداد میں مسلح محافظوں کے ساتھ سفر کرے۔ میرے خیال میں، ایسی صورت حال نہ ہے کہ نواب اکبر بگٹی مرحوم کا خاندان امن کے ساتھ ڈیرہ بگٹی میں آکر آباد ہو سکے۔ اس کے لئے حکومت کو ایک ماحول بنانا پڑے گا۔

16۔ طلال اکبر بگٹی کی زوجہ مسماۃ نور جہاں نے CMA 443-Q/12 بگٹی خاندان کی نقل و حرکت روکنے کے احکامات کو غیر قانونی قرار دینے کے حوالے سے دائر کی۔ وہ خود پیش ہوئی اور کہا کہ انتظامیہ بشمول M.I, F.C اور ISI ان کی کو بیٹھ سے ڈیرہ تک نقل و حرکت میں رکاوٹ ڈالتی ہے اور یہ ان کا آئینی حق ہے کہ وہ ڈیرہ میں جہاں ان کی جائیداد، زرعی زمین اور دوسری سہولیات ہیں میں مکمل سکونت اختیار کریں۔ لیکن نواب اکبر بگٹی کی وفات کے بعد انہیں اور ایک لاکھ پچاس ہزار افراد کو ڈیرہ میں داخل نہیں ہونے دیا جا رہا۔ کئی دفعہ ان کی طرف سے اپنے آبائی علاقے میں داخل ہونے کی کوشش کی گئی لیکن انتظامیہ نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا۔ اس دوران نوابزادہ طلال اکبر بگٹی کی طرف سے بگٹی قبیلے کے بنیادی حقوق کے لئے آئینی درخواست نمبر 107/12 دائر کی گئی۔ یہ آئینی درخواست اس کیس کے ساتھ منسلک کر دی گئی اور نوٹس جاری کرنے کے احکامات جاری کئے گئے۔ امان اللہ کاندانی، ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان نے صوبائی حکومت کی جانب سے para-wise جواب داخل کروائے جس میں انہوں نے کہا کہ چیف سیکرٹری کی رپورٹ کی دائری اور 03-09-2012 کے عدالتی حکم کے بعد وہ طلال بگٹی کی پٹیشن کے جواب میں مزید کچھ بھی شامل نہیں کرنا چاہتے۔ 08-09-2012 کو چیف سیکرٹری اور پولیٹکل ایجنٹ، ڈی سی ڈیرہ بگٹی آئینی درخواست 107/12 میں عدالت میں پیش ہوئے اور کہا:

(i) IDPs کی آبادکاری کے لئے ایک پلان مرتب کیا جا رہا ہے، ڈی سی نے کہا کہ یہ ممکن نہیں کہ ڈیرہ بگٹی سے پنجاب اور سندھ اور ملک کے دوسرے علاقوں میں ہجرت کرنے والوں کی صحیح تعداد بتائی جاسکے۔ جب کہ، یہ تعداد تقریباً 14-18 ہزار ہو سکتی ہے۔ حکومت نے ان افراد کی آبادکاری کے لئے فنڈ مہیا کر دیئے ہیں۔

(ii) اس وقت، پچھلے کئی سالوں سے ضلع باقاعدہ فنگشنل نہیں۔ اس لئے، کوشش کی جا رہی ہے کہ تمام محکموں بشمول تعلیم، صحت، قانون پر عملدرآمد کے محکمے ضلع کے اندر بنائے جائیں تاکہ یہ باقاعدہ کام کر سکے۔

(iii) جیسا کہ فی الحال قانون پر عمل درآمد کے حوالے سے کافی مشکلات درپیش ہیں، اس لئے، ایسے اقدامات اٹھائے جا

رہے ہیں کہ صورتِ حال مزید بہتر ہو، لیکن اس میں وقت چاہیے کیونکہ قبائلی علاقہ ہونے کی وجہ سے لوگوں سے اختلافات پائے جاتے ہیں جن کی تعداد IDPs کا 20% ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ انتظامیہ کے لئے بھی Law & Order کی صورتِ حال کو قائم رکھنے میں بھی شدید خطرہ ہیں اس لئے ایف سی کو بلایا گیا ہے کہ وہ صورتِ حال کو سنبھالے۔

(iv) - Levis سے بھی کام کروایا جا رہا ہے اور علاقے کے بڑے جو Levis کو ذاتی فورس کے طور پر استعمال کر رہے تھے سے بھی درخواست کی گئی ہے کہ وہ Levis کے نوجوانوں کو واپس کر دیں۔ اس دوران 22/30 افراد واپس آ گئے ہیں۔

(v) - یہاں ایک اور مسئلہ لینڈ مائنز وغیرہ پر قابو پانا بھی ہے جو کہ دور دراز مختلف علاقوں تک پھیلی ہوئی ہیں ایف سی اور دوسری قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں جیسا کہ پولیس اور لیویز کی مدد سے ایک جامع منصوبہ تیار کیا جائے گا۔

چیف سیکرٹری نے کہا کہ ڈیرہ بگٹی کے علاقہ میں آئی ڈی پیز کی آباد کاری کے سلسلہ میں وہ ایک جامع منصوبہ بنانے کے قابل ہوگا۔ اس کو حکم دیا گیا کہ وہ نوٹی فیکیشنز ریکارڈ پر لائے جن کی بنیاد پر ایف سی کو امن امان کی صورتِ حال برقرار رکھنے کے لئے بلایا گیا۔ تاہم وفاق کی طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا۔ ڈی اٹارنی جنرل نے جواب داخل کرنے اور متعلقہ اداروں سے ہدایات حاصل کرنے کے لئے مزید وقت کی درخواست کی۔ یہاں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ پورے ملک میں نقل و حرکت کے حق اور کسی حصہ میں رہائش کے حق کے سلسلے میں پاکستان مسلم لیگ (ن) بنام وفاق پاکستان (PLD 2007 SC 642) کے مقدمہ کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔

17- کارروائی میں صوبہ کے معززین اور اہم شخصیات نے شرکت کی۔ کیونکہ اخبار میں میر قہمیل خان رئیسانی کے قتل کے مقدمہ کے سراغ کی خبر چھپی۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ یہ نوجوان جو کہ وزیر اعلیٰ بلوچستان نواب اسلم خان رئیسانی کا بھتیجا ہے کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا گیا جب وہ فٹ بال گراؤنڈ میں تھا۔ لیکن اب تک اس عدالت کی واضح ہدایات کے باوجود حکام ملوث ملزموں کو گرفتار کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں۔

18- مقدمے کی سماعت کے دوران متفرق درخواست نمبر 12-Q/190-190 سر دار اختر جان مینگل کی جانب سے اس مقدمہ میں پارٹی بننے کے لئے داخل کی گئی۔ وہ 27-09-2012 کو پیش ہوا اور کورٹ میں بیان دیا جس کے مندرجات حسب ذیل تحریر کئے گئے ہیں۔

سردار اختر مینگل کا عدالت میں بیان

مورخہ 27 ستمبر 2012ء

Hon'ble Chief Justice and Judges, first of all let me, on behalf of Balochistan National Party and the people of Balochistan

آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس بات کا میرے خیال میں اظہار کروں کہ بلوچستان کی تاریخ میں پہلی بار آج جو پیش ہو رہے ہیں اس سے پہلے تو ہم ہمیشہ ایک ملزم کی طرح عدالتوں میں پیش ہوتے رہے۔ پہلی مرتبہ ایک پارٹی کی حیثیت سے پیش ہو رہے ہیں۔

Regarding the missing persons issue, serious issue in whole the country, particularly in Balochistan اگر میں صرف مسنگ پرسنز کا یہاں ذکر کروں اور بلوچستان کی Problem جو پولیٹیکل ہے اس کو نظر انداز کروں تو میرے خیال میں یہ اس missing persons کے مسئلہ کو حل کرنے میں ہمارے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

The root Cause of this missing persons s the political problem جو 65 سالوں سے بلوچستان میں چل رہی ہیں اور جو چلا آ رہا ہے اگر اس میں نظر نہ دوڑائی جائے اور اس کو نہ دیکھا جائے جو آئے دن بلوچستان میں ہر دور حکومت آئی واش کے طور پر یا کاسمیٹک چینج کے ذریعے اس کو نظر انداز کرتی رہی ہے۔ آج مسئلہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ملکی اداروں سے نکل کر باہر کے ممالک کے اداروں تک یہ بات پہنچ چکی ہے۔ اس کا ذمہ دار ہم موجودہ حکومت کو کہیں؟ گزشتہ حکومت کو کہیں؟ جمہوری دور حکومت کو کہیں یا پھر آمروں کے دور حکومت کو کہیں؟ لاپتہ افراد کا مسئلہ جناب چیف جسٹس صاحب

the first incident in Balochistan happend in 1976, my elder brother Asadullah Mengal was kidnapped along with his friend Ahmed Shah Baloch in Karachi till now no one knew where he was burried? who are responsible of his abduction. Being the citizen of this country nobody approach us, higher authorities کہ اس کی قبر کہاں ہے؟ اس کو کس جرم کی سزا ملی؟ اور آج مختلف horses mouths سے خبریں آرہی ہیں کہ کوئی کہتا

ہے کہ اس کو کشمیر میں ٹارچر کر کے دفنایا گیا ہے کوئی کہتا ہے کہ یہیں۔ کتابوں میں بھی تحریر کیا گیا ہے، ٹارچر کے ٹھٹھہ کے رستہ میں دفنایا گیا ہے۔ یہ پہلا واقعہ شاید اس کو ہم وہیں پہنچتے تو آج ہزاروں کی تعداد میں بلوچستان سے غائب ہونے والے لاپتہ افراد آج ہم یہاں پر ڈسکشن نہ کر رہے ہوتے اور شاید اس کو روک بھی سکتے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہر بار ہمیں تسلیاں دے کر میں خود اس بات کا گواہ ہوں جب 2006 میں ہم ایک Political movement in democratic way we were establishing for the rights of Balochistan, on 2nd April when we organized political rally in Quetta, on very second day they گناہوں کا اعتراف نہیں کیا گیا۔ عام معافیوں کا بھی اعلان کیا ہے۔

جناب چیف جسٹس صاحب، آپ خود اس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں اس علاقے کی بلوچستان کی بد حالی کا آپ کو بخوبی اندازہ ہے کیا معافیوں سے یا عام معافی سے بلوچستان کا مسئلہ حلا ہوا ہے یا کہ حل ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں جن گناہوں کی معافیاں مانگی جا رہی ہیں پہلے تو ہمیں یہ بتایا جائے کہ گناہ گار کون ہے۔ جس کی معافی مانگی جا رہے اور اگر عام معافی کا اعلان کیا جا رہا ہے تو ہم نے کون سا گناہ کیا ہے جو کہ ہم لوگوں کے لئے عام معافی کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ ان 65 سالوں میں جو کچھ بلوچستان کے ساتھ ہوا آج بھر ہم کشمیر، فلسطین کی جب بات کرتے ہیں اس سے بدتر حالات آج بلوچستان میں ہیں۔ بد قسمتی یہ رہی ہے کہ اسلام آباد میں بیٹھ کر بلوچستان صرف کوئٹہ، زرخون روڈ، منسٹر ہاؤس اور گورنر ہاؤس ان کو بلوچستان نظر آتا ہے۔ موجودہ جو آپ کی حکومت ہے اس کے کسی ایک منسٹر سے یہ پوچھا جائے کہ انہوں نے بلوچستان کے interior کا کبھی دورہ کیا۔ فیڈرل منسٹر اپنی جگہ۔ جناب چیف جسٹس صاحب! provincial ministers کوئٹہ بلوچستان اسمبلی، سیکریٹریٹ اور چیف منسٹر ہاؤس سے باہر نہیں نکلتے۔ بلوچستان کے مسائل کو اسلام آباد 4x4 فٹ کے map پہ دیکھ کر بلوچستان کے فیصلے نہیں کئے جاسکتے اور حقیقی جو نمائندے ہیں بلوچستان کی حقیقی جو قیادت ہے ان کو eliminate کر کے یا تو ان کو راستے سے ہٹا دیا جا رہا ہے یا پولیٹیکل جدوجہد کے ان کے تمام راستے بند کر کے اپنی کمپنی میں manufacture کیے ہوئے Artificial قیادت کو سامنے لایا جا رہا ہے اور صرف اس شرط پر کہ جو کچھ بلوچستان کے ساتھ آج کے دن ہو رہا ہے یا ہوا ہے اس پر وہ خاموش بیٹھے رہیں جناب چیف جسٹس صاحب آپ نے کوئٹہ میں بھی کورٹ لگائے اس میں سینکڑوں کی تعداد میں منگ پر سن کے لواحقین نے آپ کے سامنے فریادیں پیش کیں اکثر وہ علاقے ہیں بلوچستان کے یا تو وہ کوئٹہ آ ہی نہیں سکتے یا اسلام آباد میں ان کا آنا ناممکن ہے۔ خوف و دہشت اس حد تک پھیلی ہوئی ہے۔ بلوچستان میں کہ ہم جیسے tribal political background رکھنے والے لوگ اپنے علاقوں میں رہ نہیں سکتے۔ ڈیپتھ اسکواڈ خفیہ ایجنسیوں کی سرکردگی میں بنائی گئی ہیں۔ وہی ڈیپتھ اسکوار ڈ جناب چیف صاحب جو مشرقی پاکستان میں البرادر اور الٹیمس کے نام پر بنائی گئی تھیں۔ اسی طرح کی ڈیپتھ اسکوار ڈز بلوچ نیشنلسٹ کو eliminate کرنے کے لئے

ایجنسیوں کی سربراہی میں funciton کر رہی ہیں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ ان کو اسلحہ کے انباروں کے ساتھ وہ دندناتے ہوئے پھر رہے ہیں۔ سرکاری رہائشگاہوں میں وہ رہائش پذیر ہیں۔ منسٹروں کی گاڑیوں میں ان کے لئے آرمر سپلائی ہوتے ہیں۔ تو ہم اس کے ذمہ دار کس کو کہیں؟ اس بات کا جناب چیف صاحب اندازہ خود لگا سکتے ہیں کہ اس بلوچستان میں جو انفراسٹرکچر سے محروم ہے جب کسی ماں اور باپ کو اخبار میں یا TV کی سلائیڈ میں یہ خبر ملتی ہے کہ کوئٹہ کے ہسپتال میں ایک مسخ شدہ لاش لائی گئی ہے جس کی پہچان مشکل ہے۔ مسنگ پرسن کے لواحقین آکر اس کی شناخت کریں۔ اس عالم کا ہم اس لمحے کا ہم سوچیں۔ جناب چیف صاحب وہ ماں جو تربت جیسے علاقے سے 12 گھنٹے کا سفر کر کے کوئٹہ کے مردہ خانے میں جب پہنچتی ہے۔ آہوں سسکیوں کے ساتھ اس امید کے ساتھ نہیں کہ اس کا بیٹا اس کو زندہ سلامت اس کو ملے گا۔ صرف اس کی لاش حاصل کرنے کے لئے جب وہ وہاں پر پہنچتی ہے تو دیکھتی ہے کہ نہیں یہ کسی اور بد بخت کے جگر کا ٹکڑا ہے اور وہ اس آس اور امید کے ساتھ پھر اپنے گھر میں جا کر انتظار میں بیٹھ جاتی ہے کہ اس کے بیٹے یا اس کے پیارے کی لاش کب اس کو ملے گی۔ جناب چیف صاحب کہتے ہیں کہ ناامیدی گناہ ہے۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو ہم نے اس ملک کے تمام اداروں کو آزمادہ کر دیکھ لیا ہے اور اب ان اداروں پر امید رکھنا میں سمجھتا ہوں میں اس کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہوں امید اگر ہمیں مسنگ پرسن کے حوالے سے کیونکہ کہ بلوچستان کا تو یہ ایک پولیٹیکل ایشو ہے اور میرے خیال میں اس پولیٹیکل ایشو کو ہم نہ یہاں پر بحث کر سکتے ہیں اور اس کے حل کی طرف صرف ہم اپنی تجاویز دے سکتے ہیں تو اس پولیٹیکل ایشو کو حل کرنے کے لئے چند ایک confidence building measures ہمیں لینے ہوں گے۔ سب سے پہلا مسنگ پرسنز کو بازیاب کرایا جائے۔ اگر ان کو اس ملک کا شہری سمجھا جاتا ہے تو اس میں ملوث ان افراد کو قانون کے کٹہرے میں لایا جائے۔ اور قانون کے مطابق اگر انہوں نے جرم کیا ہے تو آرٹیکل 10 کے مطابق وہ ایک مجرم ثابت ہوتے ہیں اس آئین کی ہم بات کر رہے ہیں جس آئین کے تحت اس پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے، اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے، GHQ میں بیٹھے ہوئے تمام نے اس کا حلف اٹھایا ہوا ہے۔ اس آئین کے تحت ان کو سزا دی جائے۔ مسخ شدہ جو ساڑھے چار سو کے قریب جو مسخ شدہ لاشیں ہمیں ملی ہیں وہ کسی سونامی یا زلزلے کے نتیجے میں نہیں دی ہیں ان کے جسموں پر تشدد کے نشان ہیں اور تشدد کسی فرد کی طرف سے نہیں ہوئے بلکہ کچھ اگلوانے کے لیے ان کی طرف سے کیا گیا اور آخر میں جب ان کا کام مکمل ہو جاتا ہے تو ان کے سینے، انکی پیشانی پر گولی ماردی جاتی ہے تو ان مسخ شدہ لاشوں کے ذمہ داروں کو سزا دی جائے۔ ٹارگٹ کلنگ کے نتیجے میں چاہے وہ بلوچ ہوں چاہے وہ ہزارہ قوم سے ہوں چاہے وہ settler ہوں وہاں رہنے والے ان کو قانون کے کٹہرے میں لایا جائے اگر انہوں نے گناہ کیا ہے ان کو بھی سزا دی جائے۔ نواب اکبر خان بگٹی جناب چیف جسٹس صاحب یہ وہ ڈیرہ بگٹی تھا جہاں پر ایک سردار تھا وہاں پر امن و امان تھا آج سرکار نے اٹھارہ سرداروں کو پگڑیاں پہنائی وہاں پر اٹھارہ سردار بنائے ہیں اور وہ ڈیرہ بگٹی آج اس حال میں ہے کہ وہاں پر بگٹی کی اولاد اس کے حقیقی وارث اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لیے نہیں جاسکتے۔ ان کے قاتلوں و حبیب جالب اور دیگر جو ٹارگٹ کلنگ کے نتیجے میں لوگ شہید کیے گئے ہیں ان کے قاتلوں کو سزا دی جائے

قانون کے کٹہرے میں لا کر قانون کے مطابق۔ وہ علاقے جو ان آپریشن کے نتیجے میں لوگ نقل مکانی کر گئے دیگر علاقوں میں در بدر ہیں۔ ان کی آباد کاری کے احکامات کیے جائیں۔ جناب چیف جسٹس صاحب تو پھر جو ہم پر الزام لگایا جا رہا ہے کہ یہ کسی سے بات کرنے کے لیے تیار نہیں تو پھر کوئی بات بن سکتی ہے بات کرنے کے لیے۔ بغیر اس کے جناب چیف جسٹس صاحب معافیاں مانگنا، packages دینا ترا میم کرنا، بلوچستان کا مسئلہ نہ پہلے اس طرح حل ہوا ہے نہ اب ہوگا اور مزید خرابی کی طرح یہ چلا جائے گا اگر حکمرانوں نے یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ بلوچستان کے حالات خرابی کی طرف جائیں تو چیف جسٹس صاحب جنرل پرویز مشرف کے دور میں یہ کہا جاتا ہے کہ تین سردار ہیں۔

یہ مسخ شدہ لاشیں ہیں جناب چیف جسٹس صاحب! یہ کسی سردار کی بیٹی کی نہیں ہیں یہ جو سنگ پر سنز ہیں یہ کسی نواب کی اولاد نہیں ہیں، یہ پولیٹیکل ورکرز کچھ ایسے ہیں جو اپنے ماں باپ کے اکیلے سہارا تھے آج ان کی دنیا تک اُجڑ گئی ہے اگر حکمرانوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ لاشوں کے انبار سے بلوچستان کے مسائل حل کر لیں تو میرا خیال ہے کہ کیوں نہ ہم ایک رائے پر آجائیں۔

why should not we divorce peacefully rather than a bloody divorce
یہی اس کا حل ہو سکتا۔ جناب چیف جسٹس صاحب! میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا اہل بلوچستان کی طرف سے اور ان ماؤں بہنوں کے ان آنسوؤں کی ان کی صداؤں کو آپ نے سنا اور آپ تک پہنچایا۔

19۔ اس نے ایک تحریری بیان بھی داخل کیا ہے جس میں اس نے سپریم کورٹ پر اعتماد کا اظہار کیا ہے کہ وہ اب بھی پُر امید ہے کہ اس عدالت نے صوبہ بلوچستان میں خطرناک صورتحال کو کم سے کم کرنے کے لئے قدم اٹھایا۔

(1) All covert and overt military operations against the Baloch should immediately be suspended.

(2) All missing persons should be procured before a court of law.

(3) All proxy death squads operating under the supervision of Inter Services Intelligence (ISI) and Military Intelligence (MI) should be disbanded.

(4) Baloch political parties should be allowed to function and resume their political activities without any interference from intelligence agencies.

(5) Persons responsible for inhuman torture, killing and dumping of dead bodies of the Baloch political leaders and activists should be brought to justice.

(6) Measures should be taken for the rehabilitation of thousands of displaced Baloch living in appalling condition.

In the end of his statement he requested that directions may be made to solve such burning issues through negotiations by and dialogue either the leadership of Baloch in order to curtail further bloodshed of innocent persons. The Chief Secretary, Government of Balochistan was directed to convey above statement to President, Prime Minister, etc., for filing of their response. The Chief Secretary conveyed the contents of the order dated 27.09.2012 a meeting was held, in one Para of the minutes of the said meeting, a conditional statement had been made to the effect that "... ... the concerns, if any, of the inhabitants of Balochistan " will be addressed, which, prima facie, seems to be incorrect, inasmuch as on the basis of the orders passed by this Court from time to time during hearing of the case, one feels no difficulty in concluding that the inhabitants of Balochistan do have grave concerns about the law and order situation prevailing over there. However, reaction submitted by the Federal Government is reproduced herein below:-

"The measures which has been suggested by Sardar Akhtar Jan Mengal in a statement before this Hon'ble Court for building a conducive atmosphere for the Balochistan

reconciliation process as claim by him are answered hereunder after consultation with the concerned authorities as desired vide order dated 27th September 2012, with the observation that the government is on record making statement that the genuine concerns of any person irrespective of the fact he or she, is a resident of peace Balochistan, must be met so as to bring harmony and in a coexisting living of all citizen of Pakistan.

- (i) مسلح افواج بلوچستان میں کوئی بھی خفیہ یا ظاہری فوجی آپریشن نہیں کر رہیں۔
- (ii) کوئی بھی شخص جو کہ گم شدہ ہے وہ قانون نافذ کرنے والے اداروں یا کسی دوسری پاکستانی ایجنسی کی تحویل میں نہ ہے۔ اس سب کے باوجود گم شدہ اشخاص کا پتہ لگانے کے لئے بہترین کوششیں کی جا رہی ہیں، اس سلسلے میں تفصیلی بیانات اور بیان حلفی اس عدالت میں پہلے ہی جمع کرا دیئے گئے ہیں۔
- (iii) آئی ایس آئی اور ایم آئی کی نگرانی میں کوئی بھی فرضی Death Squads کام نہیں کر رہے، اس سلسلہ میں سیکرٹری دفاع پہلے ہی بیان حلفی داخل کر چکا ہے۔
- (iv) حکومت نے ہمیشہ اس بات پہ یقین کیا ہے کہ بلوچستان میں سیاسی جماعتیں، سیاسی سرگرمیوں میں کسی بھی قسم کی مداخلت کے بغیر حصہ لیں۔ اس ضمن میں کسی بھی شخص کے کسی بھی خدشے کا مداوا ہونا چاہیے تاکہ آئندہ انتخابات کا انعقاد شفاف طریقے سے تمام سیاسی جماعتوں کی شمولیت سے ہو سکے۔
- (v) حکومت کی طرف سے ایف آئی آر کے اندراج کا حکم بھی دیا گیا ہے اور مشترکہ تفتیشی ٹیمیں بھی تفتیش کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں اور حال ہی میں بلوچستان حکومت نے فوت شدہ افراد کے ورثاء کے لیے معاوضے کی بھی منظوری دی ہے۔
- (vi) حکومت نے یہ یقین دہانی بھی کرائی ہے کہ مہاجرین، اگر کوئی ہیں تو انہیں ان تمام کے اطمینان کے مطابق آباد کیا جائے گا۔

چیف سیکرٹری

بلوچستان

20- جناب محمد اسلم بھوتانی، سپیکر صوبائی اسمبلی بلوچستان بھی عدالت میں پیش ہوئے اور کہا کہ چیف سیکرٹری اور IGP صوبے میں امن و امان کی صورت حال کو بہتر کرنے کے لیے بھرپور کوشش کر رہے ہیں لیکن وہ سب سیاسی مصلحتوں کے سامنے بے بس ہیں اسلئے صوبہ امن و امان کی شدید صورت حال کا سامنا کر رہا ہے۔

21- جناب عبدالرحیم زیارت وال اور دو دیگر افراد نے آئینی درخواست 115 آف 2012 داخل کی ہے اور یہ استدعا کی ہے۔

(a) مدعا علیحان عوام کا پیسہ ایمانداری، دیانتداری اور آئینی حدود میں رہتے ہوئے عوامی مفاد کے تحفظ میں خرچ کرنے کے پابند ہیں۔

(b) پانی کی کمی کے بدولت، پانی ذخیرہ کرنے کے لیے نئے ڈیموں کی سکیموں کو ترجیح دینی چاہیے۔

(c) حکومت بلوچستان اور اس کے محکموں کو PSDP 2012-13 میں بتائی گئی رقم خرچ کرنے سے روکا جائے۔

مذکورہ پیشین کی سماعت اس عدالت کے سامنے 8.10.2012 کو ہوئی جب ہم نے درخواست گزار کو اور فاضل اٹارنی جنرل اور سیکرٹری پلاننگ اور ڈویلپمنٹ کو سنا اور یہ حکم دیا کہ باقی مدعا علیان بمعہ فاضل اٹارنی جنرل کو CPC کے آرڈر XXVII A کے تحت 19.10.2012 کے لیے نوٹس جاری کیا۔ عبوری حکم سے متعلق متفرق درخواست پر بھی نوٹس جاری کیا گیا۔

22- بلوچستان کے عوام کی مشکلات یہاں ختم نہیں ہوتیں کیونکہ جہاں تک اغواء برائے تاوان کا تعلق ہے یہ تو ایک تجارت کا روپ اختیار کر چکی ہے۔ پولیس لیویز اور فرنٹیر کانسٹیبلری جرائم کے خاتمہ کے سلسلے میں مکمل اختیارات ہونے کے باوجود ایسا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جس میں قلات کے اقلیتی چھ لوگ (ہندو) ہیں اور دوسرے بھی جن کو تاوان کیلئے اغواء کیا گیا اور ابھی تک بازیاں نہیں ہوئے ہیں۔ اس قسم کے جرائم میں موجودہ وزراء کے نام بھی شامل ہیں۔ اس بات کی تائید کے لئے صوبائی وزیر داخلہ جناب ظفر اللہ زہری کے بیان کا حوالہ دیا جاسکتا ہے جو سیاق و سباق سے ہٹ کر نہیں ہے اور جس کو میڈیا نے محفوظ کیا ہے اور عدالت میں دکھایا گیا ہے اس بیان کے کچھ حوالے درج ذیل ہیں:-

سوال۔ اچھا سر آج کابینہ کا اجلاس ہوا۔ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بات چیت ہوئی کیا اس میں کوئی خاص اہم فیصلہ کیے گئے۔

جواب۔ جی ہاں آج کابینہ کی میٹنگ اس سلسلے میں کافی دیر تک چلی انشاء اللہ کل تک یہ

continue رہے گی، کافی ساری چیزیں اس میں discuss ہوں گی۔ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے۔ پہلے لوگ تنقید کرتے تھے کہ آپ نے کچھ بات کہی ہے کہ یہ own کرتے ہیں یا نہیں کرنے جی بالکل میں اپنے stand پر قائم ہوں۔ میں نے آج کا بینہ کو بریفنگ بھی دی ہے اور نام بھی اشارتاً بتائے اور چیف منسٹر صاحب کو بھی بتائے ہیں کہ یہاں کچھ منسٹر involve ہیں directly بھی اور indirectly بھی اور ان کو بریفنگ بھی دی ہے اس سلسلے میں انشاء اللہ ہم چیف منسٹر کے حکم کے پابند ہیں۔ میں نے پہلے بھی اپنے statement میں کہا تھا کہ چیف منسٹر صاحب اگر ہمیں اجازت دیں کیونکہ ہماری Collision گورنمنٹ ہے کچھ مجبوریاں بھی ہوتی ہیں اس بات پر ہم نے طے کیا ہے کہ اس معاملے پر آج کے بعد ہم کوئی Compromise نہیں کریں گے۔ یہ ایک Home منسٹر کے بس کی بات نہیں ہے اس میں آپ کو Public کا سپورٹ بھی چاہیے ہوتا ہے اور اپنے Colleagues کا سپورٹ بھی چاہیے ہوتا ہے۔

جناب عثمان خان ایڈووکیٹ: بہت شکریہ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے گزارش کروں گا کہ بلوچستان میں جولاء اینڈ آرڈر کی جو صورتحال ہے اور خصوصاً جو میرا حلقہ خضدار ہے۔ جناب سپیکر! خضدار میں اس مہینے تقریباً ستائیس لوگ قتل کئے گئے اور پچھلے ہفتے میں تقریباً پندرہ لوگ مارے گئے کل جناب سپیکر! ہمارے ایک نوجوان ڈاکٹر داؤد عزیز کو بیدردی سے قتل کیا گیا اور اس سے پہلے صحافی عبدالحق بلوچ کو قتل کیا گیا سمجھ نہیں آتی کہ بلوچستان میں کیا ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! بلوچستان میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت سیاسی لوگ ڈاکٹر زکلاء تا جرمز دور سب کو قتل کیا جا رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت دونوں کی ناکامی ہے اور یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ جناب رحمن ملک صاحب وزیر خارجہ کے فرائض انجام دے رہے ہیں یا باہر کے ممالک میں جا کر مختلف وزراء سے ملاقاتیں کر رہے ہیں جبکہ اس کا کام ملک میں بیٹھ کر لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو دیکھنا تھا اس کو بہر کرنا تھا لیکن وہ اپنا کام نہیں کر رہے ہیں وہ وزیر خارجہ کا کام کر رہے ہیں امریکا یو کے اور مختلف ممالک کے دورے پر ہیں۔ جناب سپیکر! بلوچستان میں مختلف گروپس کو جدید اسلحہ دے کر ان کو مختلف ڈسٹرکٹس میں ٹاسک دیا گیا ہے کہ فلاں ڈاکٹر فلاں انجینئر فلاں سیاستدان کو کس تاریخ کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ گروپ جدید اسلحہ سے مسلح ہو کر دن دیہاڑے بازاروں میں آکر لوگوں کو اغواء کرتے ہیں اور اگر اغواء نہ کریں تو انکو مار دیا جاتا ہے۔ جناب ریاست کا کام لوگوں کا تحفظ کرنا ہے لوگوں کو روزگار دینا ہے ان کے جان و مال کی حفاظت کرنا ہے لیکن مجھے لگتا ہے کہ یہاں ریاست نام کی کوئی چیز نہیں ہے ریاست کی جو ذمہ داری ہے وہ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہی ہے بلوچستان میں اس وقت تمام نامی گرامی سردار اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں بلوچستان کا گورنر ایک نامی گرامی نواب فیملی سے اس کا تعلق ہے اور خود مگسی قبیلے کا نواب بھی ہے چیف آف سردان جو کہ بلوچستان کا ایک بہت بڑا نواب ہے نواب رئیسانی صاحب اس وقت وزیر اعلیٰ کی کرسی پر براجمان ہے اور اس کے علاوہ بلوچستان میں نامی گرامی سردار مختلف وزارتوں کو چلا رہے ہیں لیکن میں آج

اس اسمبلی میں اس فلور پر کہنا چاہوں گا کہ تمام سرداروں کے مختلف اپنے گروپس ہیں جو لوگوں کو اغواء کرتے ہیں جو لوگوں کو مارتے ہیں اور تمام کرائم میں موجودہ اسمبلی میں بیٹھے سرداروں کے لوگ ملوث ہیں یہ بات میں نہیں کہہ رہا ہوں یہ بات ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان سپریم کورٹ میں جو کیس بلوچستان سے متعلق پینڈنگ ہے اس میں یہ بات ریکارڈ پر آچکی ہے کہ یہ وزراء بلوچستان میں مختلف کرائم میں ڈائریکٹ یا انڈرائیکٹ ملوث ہیں تو میں یہ گزارش کروں گا کہ وفاقی حکومت جو یہ کہہ رہی ہے کہ صوبائی حکومت جہاں بھی چاہے ہم فورسز بھیجتے ہیں لاء اینڈ آرڈر maintain کرنے کیلئے تو کیا بات ہے کہ اس وقت پورا بلوچستان ایف سی کے کنٹرول میں ہے پورے بلوچستان کو ایف سی کے حوالے کیا گیا ہے اور ایف سی کو پولیس کے اختیارات بھی دیے جا رہے ہیں خود ایف آئی آر درج کرتی ہے تفتیش کرتی ہے اور ملزموں کو گرفتار بھی کرتی ہے لیکن اس کے باوجود بلوچستان میں دن بدن کرائم ریشو بڑھتا جا رہا ہے اور میں آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ بلوچستان میں فوراً گورنر راج لگایا جائے اور ایک ایماندار آدمی کو بلوچستان کا گورنر بنایا جائے اور صوبائی حکومت کو ڈیزالو کیا جائے اس میں آئین میں آپشن موجود ہیں اور ان تمام لوگوں کو گرفتار کیا جائے جو بلوچستان میں کرائم میں ملوث ہیں جو بلوچستان میں اغواء برائے تاوان میں ملوث ہیں جن لوگوں کو مسلح کیا ہے ان کو فی الفور disarm کیا جائے اگر اس طرح نہیں کیا گیا تو ہو سکتا ہے پاکستان میں کوئی اور بگلدن دیش بننے جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نا صر علی شاہ صاحب on a point of order

سید نا صر علی شاہ: شکریہ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے عثمان ایڈوکیٹ نے جتنی باتیں کی ہیں اس کو سیکنڈ کرتا ہوں کیونکہ حالات جو بلوچستان کے ہیں وہ سب کو پتا ہیں۔ حالات اتنے خراب ہیں کہ لوگ شہر کے اندر موجود نہیں کر سکتے ہیں لوگ سکول نہیں جاسکتے ہیں لوگ بزنس نہیں کر سکتے ہیں آئے دن لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ ہو رہی ہے اور وہ بھی ایک سول حکومت کے ہوتے ہوئے اگر مارشل لاء ہوتا تو ہم کہتے ہیں کو چلو مارشل لاء ہے ڈکٹیٹر شپ ہے مگر یہ تو سول گورنمنٹ ہے اور وہ بھی پاکستان پیپلز پارٹی کی گورنمنٹ ہے جو کہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم عوامی جماعت ہیں اور عوام کے خیر خواہ ہیں مجھے یہ بتایا جائے۔ سید نا صر علی شاہ: یہ عوامی جماعت ہے اور عوام کے خیر خواہ ہیں۔ مجھے یہ بتایا جائے کہ کیا یہ وہی پیپلز پارٹی ہے جو شہید بے نظیر بھٹو کی پارٹی تھی۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس پارٹی کو عوام سے کوئی سروکار نہیں۔ مگر اس پارٹی کو کوئی سروکار ہے تو اس کو اپنے اقتدار سے سروکار ہے۔ ہم ساڑھے چار سال چیختے رہے۔ میں پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر بیٹھا رہا ہوں۔ ایک وزیراعظم آکر چلا گیا، اس نے کئی کمیٹیاں بنائیں۔ اب دوسرا وزیراعظم آچکا ہے۔ وہ بھی کمیٹیاں بنا رہا ہے۔ کیا ان کمیٹیوں سے آپ بلوچستان میں امن لائیں گے؟ کیا کوئٹہ شہر میں امن لائیں گے۔ جب آپ سے ایک کوئٹہ شہر جو کہ ساٹھ گلیوں پر مشتمل ہے آپ اس کو کنٹرول نہیں کر سکتے تو کیا آپ پورے پاکستان کو چلا سکیں گے، کیا پورے پاکستان میں امن لاسکیں گے۔ کیا آپ پورے ڈرون حملے بند کر سکیں گے۔ کیا یہ دہشت گردی ختم کر سکیں گے۔ میری گزارش ہے کہ خدا کیلئے اگر آپ ہمیں

پاکستانی سمجھتے ہیں تو آپ بلوچستان کے مسائل پر الیکشن لیں۔ اگر نہیں تو گورنمنٹ مجبوری بتائیں۔ وہ کیا رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے وہ الیکشن نہیں لیتی۔ چاہیں وہ صوبائی حکومت ہو یا مرکزی حکومت ہو۔ مرکزی حکومت کو چاہیے جس طرح عثمان کا کڑ صاحب نے بھی کہا، میں بھی یہاں سے باہر بیٹھا رہا ہوں اور ڈیڑھ سال پہلے میں نے یہ بات کی تھی کہ گورنر راج لگایا جائے اور جو صوبائی حکومت وہاں کی ہے وہ نااہل ہے۔ وہ فیل ہو چکی ہے اس کو dissolve کیا جائے۔ نئے الیکشن کرائے جائیں اور میں یہ روز سنتا آرہا ہوں حکومت کے لوگوں سے، جناب کا رہ صاحب نے بھی کہ ہم ڈائیلاگ کریں گے۔ تو آپ کس سے ڈائیلاگ کریں گے۔ کیا آپ پتھروں سے ڈائیلاگ کریں گے یا پہاڑوں سے ڈائیلاگ کریں گے یا ان لوگوں سے ڈائیلاگ کریں گے جو affected لوگ ہیں۔ جو متاثرین ہیں۔ تو آج تک آپ نے کیا کیا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی صوبائی حکومت بالکل فیل ہو چکی ہے۔ اور جو کچھ میں یہاں پر کہہ رہا ہوں تو میں مجبور ہو کر کہہ رہا ہوں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کچھ نہیں کریں گے اور موجودہ حکومت کچھ نہیں کرے گی، ہم کتنا بھی چیخیں، ساڑھے چار سال تک چیختے رہے ہیں اور اس کے بعد بھی مجھے کوئی امید نہیں ہے کہ آپ کچھ کریں گے۔

جناب محبوب اللہ جان: شکریہ جناب سپیکر صاحب۔ میرے پاس دو suggestions ہیں پہلا یہ ہے کہ یہ بلوچستان کے سلسلے میں جو ہماری حکومت ایک serious اقدام لے کر چل رہی ہے کمیٹی بنائی ہے وہاں کی جو لوگوں کے محرومیوں کو ختم کرنے کیلئے اس میں میری suggestion یہ ہے کہ یہاں پہ جو ہمارے elected members ہیں بلوچستان سے خاص طور پر ان ساروں کو علیحدہ سے بیٹھا کے اس کام کا آغاز میں جناب نوید قمر صاحب چونکہ ہماری اس کمیٹی کے چیئرمین ہیں جو کہ بلوچستان کے حالات کو ٹھیک کرنے کیلئے بنائی گئی ہے اس میں سرسری suggestion یہ ہے کہ بلوچستان سے جو elected members ہیں ان کو بیٹھا کے جس طرح سے ناصر شاہ صاحب نے کہا اور ہمارے جو بھی بلوچستان سے elected members ہیں ان کو پہلے سب سے پہلے ان کو بیٹھائیں ان سے ہی رائے لے کے پھر بے شک بلوچستان میں جائیں جو elected نہیں یا وہ حکومت میں شامل نہیں ہیں یا جو جنہوں نے اسے الیکشن میں حصہ نہیں لیا ان کو بعد میں لے لیں لیکن پہلے یہاں جو elected ہیں ان سے لے لیں۔

23۔ یہ بیان کرنا بھی اہم ہے کہ صوبائی وزراء کے ملوث ہونے کے بارے میں جناب عثمان اور ناصر علی نے 9 اکتوبر 2012 کو قومی اسمبلی میں آواز بلند کی جس میں یہ بیان کیا گیا۔

24- اغواء برائے تاوان کے جرم کرنے والے گروہ پورے صوبے میں بغیر کسی رکاوٹ کے کام کر رہے ہیں اور تاوان ان کے مطالبے کے مطابق دیا جاتا ہے۔ نیچے دیئے گئے وقوعوں میں پولیس کے ملوث ہونے کی رپورٹ کی گئی ہے۔ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ کسی بااثر شخص کی معاونت کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔

I- 23-07-2011 کو مدعی ذوہیب حسن ذات قریشی، رہائشی کانسی روڈ کوئٹہ، رپورٹ کیا کہ اس کے ماموں ریاض کانسی کو نامعلوم افراد نے D-2 کار میں اغوا کیا بعد میں اغوا کاروں نے 20,00,000 روپے تاوان طلب کی جو دیا گیا۔ پولیس اسٹیشن شاہہ کوٹ میں ایف آئی آر نمبر 121/2011 زیر دفعہ PPC 365,34 درج کی گئی۔ سماعت کی تاریخوں میں سے ایک تاریخ پر مسز فرح ریاض اور عدیل احمد رشتہ دار مغوی نے بیان کیا کہ ایک SP زمان ترین نے 20,00,000 روپے کی ادائیگی کیلئے قائل کیا۔ IGP کو ہدایت کی گئی کہ وہ ذاتی طور پر مسئلہ کو دیکھے۔ مغوی کو بازیاب کرانے کیلئے لیکن اس میں ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں کی گئی۔

II- دوسرا وقوعہ کوئٹہ شہر کے علاقہ میں پیش آیا جہاں سے ڈاکٹر غلام رسول کو تاوان کیلئے اغوا کیا گیا۔ جس نے تقریباً 1,00,00,000 ادا کئے اور خود کو آزاد کرایا۔ اس معاملے کی سماعت اس کورٹ نے HRC No:27045-K اور 27619-G/2012 میں کی اور کیس کی سماعت ہم میں سے ایک (جسٹس افتخار محمد چوہدری CJ) نے 23-03-2012 کو کوئٹہ میں جیمبر میں کی۔

III- اسی طرح، دو خواتین ڈاکٹر زفریدہ وڑائچ اور ایک دوسری کو تاوان کے لئے اغوا کیا گیا۔ ہڑتال کی وجہ سے پورے صوبے میں کافی وقت تک طبی خدمات معطل رہیں لیکن عدالت کی مداخلت پر حکم مؤرخہ 3-09-2012 کے تحت ہڑتال ختم کر دی گئی۔ جب ہم نے CCPO کوئٹہ سے پیش رفت کے بارے میں پوچھا اس نے بتایا جدوجہد کی گئی ہے اور پولیس مجرموں کو پکڑنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

IV- اس کو بھی نوٹ کیا گیا ہے حالانکہ یہ حقیقت ریکارڈ پر نہیں مکیش کوہلی ایڈووکیٹ ولد جناب ڈبلیو این کوہلی، اے ایس سی کو بھی تاوان کیلئے اغوا کیا گیا اور وہ اغوا کاروں کی قید میں رہے اور تاوان بھرنے کے بعد رہا کیا گیا۔

25- اس طرح کے بہت سے کیس جن کو بیان کیا جاسکتا ہے اس بات کو ثابت کرنے کیلئے کہ کوئی شخص بھی صوبے میں اپنے آپ کو اغوا کاروں سے محفوظ نہیں سمجھتا۔ اس قسم کے جرائم دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ کچھ دن پہلے پشتون بیلٹ میں فرحان آغا ولد احمد دین آغا کو اغوا کیا گیا ممکنہ بزنس ڈیل کے نتیجے میں اور انتظامیہ نے بڑی جدوجہد کے بعد مشکل سے اغوا کاروں کو گرفتار کئے بغیر اس کو بازیاب کرایا۔ ابھی تک ایسے بہت سارے اغوا کے مقدمات ہیں جن میں مغویوں کو بازیاب نہیں کیا گیا۔

26- ٹارگٹ کلنگ کا مسئلہ جو کہ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے اجاگر کیا ہے اس سے ارباب اختیار نے انکار نہیں کیا۔ ہم نے یہ محسوس کیا ہے کہ صوبہ بلوچستان میں ایسے جرائم اسمگل شدہ گاڑیوں جن میں موٹر سائیکلز اور رکشے وغیرہ شامل ہیں کے ذریعے کئے جاتے ہیں ملک کے اندران کی اسمگلنگ کسٹمز ایکٹ کے تحت ایک جرم ہے چنانچہ ہم نے چیئرمین ایف بی آر کو کہا ہے کہ اسے کنٹرول کرے اور اس ضمن میں ہم نے بذریعہ حکم مورخہ 12-08-23 (چیمبر) میں ارباب اختیار کو کہا تھا کہ ایسی تمام غیر قانونی گاڑیوں کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے انہیں قبضے میں لے۔ اس ضمن میں سیکرٹری ایکسائز کو کہا گیا تھا کہ ایک مفصل رپورٹ دے جس میں بتایا جائے کہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ڈیپارٹمنٹ کے Motion Vehicle Ordinance آرڈیننس 1965 کے تحت صوبے میں کتنی گاڑیوں کی رجسٹریشن کی ہے۔ صوبے کے ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کو یہ بھی کہا گیا تھا کہ ریکارڈ کی چھان بین کے بغیر ان گاڑیوں کی رجسٹریشن نہ کی جائے اور اگر کوئی ایسی رجسٹریشن ہوئی ہے تو اس کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے۔ آئی جی پی کو بھی کہا گیا تھا کہ وہ اس معاملہ میں ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کی مدد کرے۔

27- اطلاعات کے مطابق قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں جن میں آئی ایس آئی بھی شامل ہے اپنے پسندیدہ لوگوں کو ایسی گاڑیاں، اسلحہ اور گولہ بارود پہنچانے کے لئے Rahdaris فراہم کر رہے ہیں۔ ہم نے جب سیکرٹری دفاع سے پوچھا کہ کس اختیار کے تحت یہ Rahdaris دی جا رہی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ایسا کوئی قانون موجود نہیں ہے اور انہوں نے ان کو ختم کرنے کی ہدایات دے دی ہیں۔ ہم نے انہیں ہدایت دی ہے کہ تمام متعلقہ ایجنسیز سے ڈیٹا لینے کے بعد ایک لسٹ پیش کریں جس میں ایسے تمام لوگوں کی تعداد اور نام بتائے جائیں جن کو بغیر لائسنس کے ہتھیار، گولہ بارود اور کسٹمز کی ادائیگی کے بغیر گاڑیاں رکھنے کی اجازت دی گئی ہے، اس کے ساتھ پورے صوبے میں ایسے تمام لوگوں کے نام بتائے جائیں جن کو Rahdaris فراہم کی گئیں اور جن حکام نے یہ سہولت دی ہے ان کے نام اور اب تک گرفتار کئے گئے لوگوں کے نام اور ایسے لوگ جن کی Rahdaris ختم کر دی گئی ہیں کے نام بتائے جائیں۔ ہمارے حکم کی تعمیل میں مورخہ 12-09-11 کو وزارت دفاع کی طرف سے ایک لسٹ پیش کی گئی جس میں یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ تین دن کے اندر ایسی تمام گاڑیاں جن میں Rahdaris دی گئی تھیں وہ کسٹمز حکام کے حوالے کر دی جائیں گی۔

28- ہوم سیکرٹری نے عدالت کو بتایا کہ موبائل سمز کی مارکیٹ میں عام دستیابی سے جرائم جن میں اغواء برائے تاوان بھی شامل ہے دن بدن اضافہ ہو رہا ہے کیونکہ اس کے ذریعے معلومات کا تبادلہ جرائم کے بڑھنے کی ایک اہم وجہ ہے۔ سروس فراہم کنندگان کو انہوں نے کہا کہ وہ اس معاملہ میں کچھ مدد کریں لیکن ابھی تک کچھ نہیں کیا گیا چنانچہ ہم نے تمام سروس

کنندگان جن میں یوفون، وارد، موبی لنک، زونگ، ٹیلی نار اور وی پی ٹی سی ایل شامل ہیں کو چیئر مین پی ٹی اے کے ذریعے ہدایت دی کہ وہ ہوم سیکرٹری اور آئی جی پی بلوچستان سے تعاون کریں چنانچہ اس ضمن میں ہوم سیکرٹری نے ڈائریکٹر پی ٹی اے اور سروس فراہم کنندگان کے نمائندگان جو کہ صوبہ بلوچستان سے متعلق ہیں میٹنگ کی۔ اگلی پیشی پر ہوم سیکرٹری نے شکایت کی کہ سروس فراہم کنندگان انتظامیہ سے تعاون نہیں کر رہے حتیٰ کہ میٹنگ کے دوران ایسی چھ عدد سمرز جو کہ اوپن مارکیٹ سے خریدی گئی تھیں اور جن کو Active کیا گیا تھا ڈائریکٹر پی ٹی اے کے سامنے پیش کی گئیں لیکن وہ سروس فراہم کنندگان سے اس بارے میں پوچھنے سے قاصر رہے جو کہ اس وقت میٹنگ میں تھے۔ جیسا کہ ہمیں بتایا گیا کہ پی ٹی اے نے متعلقہ قانون کی شقوں کو ملحوظ خاطر رکھے بغیر سروس فراہم کنندگان کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ کمپنیز کو دس عدد تک سمرز فروخت کر سکتی ہیں۔ اور خریدار ایک وقت میں ہر کمپنی سے دس عدد سمرز خرید سکتا ہے چنانچہ ہم نے ڈائریکٹر پی ٹی اے کو ہدایت دی کہ سروس فراہم کنندگان سے فوری طور پر میٹنگ کرے اور رپورٹ پیش کرے جس میں بتایا جائے کہ:

- i- ایک شخص کے استعمال میں کتنی ایسی سمرز ہیں جو کہ اسے جاری نہیں کی گئیں۔
- ii- کتنے سروس فراہم کنندگان ہیں جنہوں نے ایک CNIC پر ایک سے زیادہ سمرز فراہم کی ہیں۔
- iii- ایسی تمام سمرز جو کہ مارکیٹ سے بغیر کسی ریکارڈ کے حاصل کی گئی ہیں ان کو بند کرنے کے لئے کونسا طریقہ اپنایا جا رہا ہے۔

چیئر مین پی ٹی اے کو یہ بھی کہا گیا کہ ایک CNIC پر حاصل کرنے والی سمرز کی تعداد کو دس سے پانچ تک کم کیا جائے چاہے وہ ایک سروس فراہم کنندہ سے لی جائیں یا زیادہ سے اور اگر سروس فراہم کنندگان ان ہدایات پر عمل نہیں کرتے تو بلوچستان کی حد تک ان کا لائسنس ختم کر دیں۔ نادرا کے ڈی جی کو بھی کہا گیا کہ وہ اس حکم کی تعمیل میں پی ٹی اے کی مدد کریں۔ یہ بیان کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اس عدالت کی ہدایت پر صرف ایک دن میں تقریباً 1435 فعال سمرز اوپن مارکیٹ سے حاصل کی گئی۔

29- آئین اور قانون کی انتہائی بگڑی ہوئی صورتحال کو محسوس کرتے ہوئے ہم آئی جی پی اور ہوم سیکرٹری کو ہدایت دیتے ہیں کہ وہ شہریوں کی جان و مال کے تحفظ کے لئے تمام ضروری اقدامات اٹھائیں اور اس کے ساتھ تمام غیر قانونی ہتھیار اور گولہ بارود کو برآمد کرنے کے لئے Sunender of illieit Arms Act, 1991 کی شقوں کی پاسداری کریں کیونکہ موجودہ کارروائی کا مقصد لوگوں کے بنیادی حقوق کی حفاظت کو یقینی بنانا ہے، ایسا لگتا ہے کہ شاید نوٹیفیکیشن جاری ہو گیا ہے مگر اس معاملے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

30- عدالت نے 24 جولائی 2012 کو عندیہ دیا کہ صوبہ بلوچستان میں شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کیلئے بار بار حکم

صادر کرنے کے باوجود کوئی پیش رفت نہ ہوئی ہے۔ ہم نے صوبائی حکام، وفاقی حکومت، ایف سی کے نمائندوں اور وزارتِ دفاع کو ہدایت کی تھی کہ اپنے متعلقہ اور مجاز افسران کے دستخطوں کے ساتھ بیانات عدالت میں جمع کروائیں۔ کہ آئین کا پوری طرح نفاذ کیوں نہیں کیا جا رہا اور یہ کہ ریاستی مشینری کیوں امن عامہ کنٹرول کرنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ جیسا کہ صوبہ بلوچستان میں یہ معمول بن چکا ہے جہاں پر سویلین یا باوردی معصوم شہریوں بشمول ایف سی، کوسٹ گارڈز اور فرقہ وارانہ مذہبی افراد کا قتل، اور اغوا برائے تاوان کیا جاتا ہے۔ مطلوبہ مشترکہ بیان 31 جولائی 2012 کو جمع کروایا گیا جس کا متن ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

”عدالت عظمیٰ کے حکم مجریہ 24 جولائی 2012 جو مذکورہ بالا پٹیشن میں صادر ہوا کی تعمیل میں وفاق پاکستان اور صوبائی حکومت کا موقف درج ذیل ہے:-

یہ کہ وفاقی اور صوبائی حکومت جو شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کی بابت اپنی آئینی ذمہ داریوں سے بخوبی آگاہ ہیں جیسا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 9 میں فراہم کیا گیا ہے۔ یہ کہ وفاقی اور صوبائی حکومت اپنے قانون نافذ کرنے والے اداروں اور خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے غائب افراد کی جلد اور محفوظ بازیابی کو یقینی بنانے کے لئے تمام وسائل بروئے کار لائے گی۔ ایسے ملزمان کی شناخت اور گرفتاری کے لئے اقدامات کرے گی جو فرقہ واریت اور ہدف شدہ قتل و غارت اور اغوا برائے تاوان میں ملوث ہیں۔ اور انہیں انصاف کے کٹہرے میں لائے گی۔ اور صوبے میں اعلیٰ سطح پر مختلف مقتدر حلقوں میں اپنی آئینی ذمہ داریوں کو سرانجام دینے کے لئے اور تمام مکاتب فکر کے لوگوں میں امن اور رواداری بحال کرنے کی خاطر باہمی معاونت اور ربط کو مضبوط اور وسیع کریں گی۔ اور صوبے میں خوشحالی، معاشی ترقی اور پرامن فضا کے لئے اقدامات کریں گی۔

دستخط

سیکرٹری وزارت داخلہ، اسلام آباد

سیکرٹری وزارت دفاع، راولپنڈی

چیف سیکرٹری حکومت بلوچستان

سیکرٹری محکمہ ہوم و قبائلی علاقہ جات کوئٹہ

آئی جی پولیس بلوچستان

آئی جی ایف سی

مذکورہ بالا بیان اپنی وضاحت آپ ہے۔ تاہم ایڈووکیٹ جنرل کی جانب سے نشان دہی کی گئی کہ معاملے میں بہتری آئی ہے۔ اس نے درج ذیل گوشوارہ جمع کروایا۔

ٹارگٹ / فرقہ وارانہ قتل گری، لاشوں کی برآمدگی، غائب افراد اور اغواء برائے تاوان کی بازیابی۔

جولائی 2012 تا 8 اکتوبر 2012

Nature of crime	July			August			September			8 th Oct			Total	Re co ve red	Pen ding
Kidnapping for Ransom	20			15			05			01			41	30	11
Recovery of Dead bodies	14			03			02			00			19		
Missing person	-			-			-			-			-		
Target Killings	Ins	Killed	Inj	Ins	Killed	Inj	Ins	Killed	Inj	Ins	Killed	Inj	Ins	Killed	Inj
Police	04	03	02	05	06	22	02	03	02	01	02	02	12	14	28
FC	04	09	02	11	07	04	05	01	02	00	00	00	20	17	08
Settlers	03	04	00	02	00	02	04	04	00	00	00	00	09	08	02
Sectarians	05	07	03	03	09	04	07	16	11	03	04	02	18	36	20
Others	01	07	12	06	02	13	06	14	07	02	01	02	15	24	34
Total	17	30	19	27	24	45	24	38	22	06	07	06	74	99	92

31۔ یہ امر قابل غور ہے کہ عدالت ہذا کی مداخلت سے پولیس سروس آف پاکستان کے افسران کا تبادلہ وفاقی حکومت نے کر دیا ہے۔ مگر ہمیں ایک بے نامی درخواست (HRC No. 30044-B/12) موصول ہوئی ہے جس میں نشان دہی کی گئی ہے کہ جن پولیس افسران کا تبادلہ بلوچستان میں ہوا ہے انکی خدمات سے استفادہ نہیں کیا جا رہا اور انہیں بجائے فیلڈ میں لگانے کے ایسے دفاتر میں اور مناصب پر تعینات کر دیا گیا ہے جو صوبے میں موجودہ امن و امان کے تناظر میں اس قدر اہم نہ ہیں۔ چیف سیکرٹری نے بتایا کہ وہ معاملے پر غور کریں گے۔ 9 اکتوبر کو میرزہ بیر محمود سی پی او کوئٹہ نے آئی جی کی جانب سے ایک رپورٹ جمع کروائی جس میں ذکر کیا گیا کہ 38 میں سے 22 افسران کو فیلڈ میں تعینات کر دیا گیا ہے۔ پانچ بطور سٹاف افسر، چار ماہرانہ یونٹوں میں، تین برائے تربیت چلے گئے ہیں جب کہ صرف چار افسران تعیناتی کے منتظر ہیں۔ یہ واضح طور پر شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے لئے انتظامیہ کی عدم دلچسپی ظاہر کرتی ہے۔

32۔ یہ امر قابل غور ہے کہ فاضل اٹارنی جنرل نے ہماری بار بار ہدایات کے باوجود موجودہ عدالتی کارروائی میں دلچسپی کا

اظہار نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ مولوی انوار الحق اٹارنی جنرل کے دور میں عدالتی احکامات میں ناخوشگواری کا اظہار کیا گیا تھا۔ بعد ازاں جب جناب عرفان قادر کو بطور اٹارنی جنرل پیش ہونے کے لئے بلایا گیا کہ وہ اپنا تحریری بیان داخل کرائیں گے۔ چونکہ سیکریٹری دفاع اور داخلہ نے مطالبہ کیا تھا کہ اسے اجازت دی جائے گی کہ وہ ان کی جانب سے پیش ہوں۔ اس طرح کے بیانات 19 ستمبر 2012 کو دیئے گئے جو کہ درج ذیل ہیں:

سیکریٹری دفاع کی جانب سے جواب کا داخل کیا جانا

سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ صدرہ منورہ 8 ستمبر 2012ء متعلقہ نالش اور آئین کے آرٹیکل 100 کے تحت، بیان کیا جاتا ہے کہ وزارتِ دفاع نے اپنے UO نوٹ نمبر 10/1/313/Director(Legal)/10 منورہ 14 ستمبر، 2012 میں اپنی کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے وزارتِ قانون و انصاف سے درخواست کی کہ وہ فاضل اٹارنی جنرل برائے پاکستان کے ذریعے ایک اکٹھا جواب عدالتِ عظمیٰ کے حضور پیش کرے۔ وزیرِ قانون، سیکریٹری قانون، فاضل اٹارنی جنرل برائے پاکستان اور سیکریٹری دفاع کے درمیان 18 ستمبر 2012 کو ایک اجلاس ہوا جہاں اس بات پر اتفاق ہوا کہ فاضل اٹارنی جنرل 19 ستمبر 2012 کو وزارتِ دفاع کی نمائندگی کریں گے اور مابعد وزارتِ داخلہ کا تحریری جواب داخل نہ ہو سکا۔ مذکورہ بالا نقطہ نظر کے تحت، اس عدالتِ عظمیٰ کے سامنے اس مقدمہ میں وزارتِ دفاع کی نمائندگی بذریعہ اٹارنی جنرل آف پاکستان کئے جانے کی درخواست کی جاتی ہے۔

سیکریٹری داخلہ کی جانب سے جواب داخل کیا جانا

2- 4 ستمبر 2012ء کو اس عدالت کی جانب سے ایک حکمنامہ جاری کیا گیا تھا جس میں اس بات کا ذکر موجود تھا کہ جب تک سیکریٹری داخلہ اور سیکریٹری دفاع عدالتِ ہذا میں اس امر کی درخواست نہیں کرتے، اس وقت تک فاضل اٹارنی جنرل کو اس مقدمہ میں نمائندگی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

3- اس تناظر میں درخواست گزار کی طرف سے مقدمہ کی سماعت کے دوران اس قسم کی درخواست کی جارہی ہے۔

پس یہ استدعا کی جاتی ہے کہ درخواست گزار کی بذریعہ اٹارنی جنرل آف پاکستان نمائندگی کی جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔

دوبارہ اس مقدمہ میں دورانِ سماعت بمقام کوئٹہ فاضل اٹارنی جنرل عدالت میں پیش نہ ہوئے اور مقدمہ ایک ڈپٹی

اٹارنی جنرل کے سپرد کر دیا گیا۔ لازمی طور پر یہ بات ریکارڈ پر لائی جانی ضروری ہے کہ فاضل اٹارنی جنرل اور ڈپٹی اٹارنی جنرل نے اس امر سے چشم پوشی کی، آیا کہ بلوچستان میں رہنے والے لوگوں کے بنیادی حقوق کو آئین پاکستان کے لازمی حکم کے مطابق نافذ نہیں کیا جا رہا۔

33. Hadi Shakeel Ahmad, ASC, former President of Balochistan High Court Association and Malik Zahoor Ahmad Shahwani, incumbent President as well as Mr. Sajid Tareen, ASC/Sr. Vice President appeared on behalf of petitioner body. M/s M. Zafar, Sr. ASC, Munir A. Malik, Sr. ASC, Rasheed A. Rizvi, Sr. ASC and Salman Akram Raja, ASC appeared as amicus curiae, whereas Mr. S.M.Zafar, learned Sr. ASC appeared on behalf of FC and addressed their respective arguments. We are thankful to them as they suggested ways and means to improve the situation of law and order and also to enforce the fundamental rights in the Province. We are specially thankful to Hadi Shakeel Ahmad, learned ASC, Malik Zahoor Shahwani, learned ASC and Mr. Sajid Tareen, ASC who followed the proceedings whole heartedly.

35۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صوبائی حکومت صوبے میں امن عامہ قائم و دائم رکھنے کیلئے اپنے علاقے کی حد تک قانون بنانے کا اختیار رکھتی ہے۔ زیر بحث معاملہ کی حد تک (صوبائی اسمبلی) کی طرف سے قانون بنائے جانے پر کوئی قدغن نہ لگی ہوئی ہے، ماسوائے کہ وہ کوئی ایسا قانون نہ بنا سکتی ہے جو بنیادی انسانی حقوق کے خلاف ہو جن کی ضمانت صراحت کے ساتھ دستور، بشمول آرٹیکلز 9، 10A اور 24 میں دی گئی ہے۔

اس بات کا پہلے ہی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ متعلقہ قانون پر عمل درآمد بنیادی حقوق سے متعلقہ نہ ہے لیکن اٹھارہویں ترمیم کے بعد جو Chapter 18 پارٹ II اور آئین کا حصہ بنادی گئی کہ تحت اب متعلقہ قانون پر عمل درآمد کا معاملہ بنیادی حقوق میں شامل ہے۔ یہ اس امر کی سہولت مہیا کرتا ہے کہ ایک فرد، اپنے سماجی حقوق و فرائض کے تعین یا وہ اپنے خلاف کسی فوجداری

نوعیت کے الزام کی صورت میں شفاف طور پر مقدمہ چلائے جانے اور متعلقہ قانونی عملداری کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ پس آئین کے آرٹیکل 7 کے تحت یہ ریاست یعنی صوبائی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔

پس (آئین کے آرٹیکل 7 کی شرائط کے تابع) ریاست یعنی صوبائی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ شہریوں کے بنیادی حقوق کے نفاذ کو یقینی بنائے اور ان کی زندگی، آزادی اور جائیداد کی حفاظت کرے اور ان شہریوں میں سے کسی کے خلاف بوجہ کوئی فوجداری نوعیت کا الزام لگایا جاتا ہے تو اسے شفاف مقدمہ کے چلائے جانے اور معیاری قانونی عملداری کا حق مہیا کرتے ہوئے اس کے ساتھ قانون کے مطابق برتاؤ کیا جائے گا۔ تاہم یہ حیرت انگیز بات ہے کہ ریاست (صوبائی حکومت) ریکارڈ پر موجود مؤثر مواد کے پیش نظر، شہریوں کے بنیادی حقوق کے نفاذ میں نہ صرف ناکام ہوگئی بلکہ ان حقوق کی خلاف ورزی کی مرتکب بھی ہوتی رہی ہے۔ اس قسم کی صورت میں حکومت کی اس اتھارٹی، جس کے تحت وہ عوام پر حکومت کر رہی ہے کے متعلق نکتہ چینی کی جاسکتی ہے۔ اس قسم کے سوالات کے جوابات مقدمہ بعنوان وطن پارٹی بنام وفاق پاکستان (PLD 2011 S 997) میں دیئے گئے ہیں جس میں سے متعلقہ پیرا گرافس ذیل میں منقول کئے جا رہے ہیں:-

58۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اچھی طرز حکمرانی کو یقینی بنانا، امن و امان کی صورتحال کو برقرار رکھنا اور عام آدمی کو تحفظ فراہم کرنا ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے ہمارے مذہب نے بھی زندگی کی اہمیت اور تقدس پر زور دیا ہے۔ جیسا کہ اس فیصلہ کے ابتدائی پیرا میں درج کیا گیا ہے۔ جس کے مطابق اگر کسی شخص نے کسی ایک آدمی کو قتل کیا گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا اور جس نے ایک شخص کی زندگی بچائی اس نے ساری انسانیت کی زندگی بچائی۔ اسی طرح یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا تفریق تمام شہریوں کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ یہاں پر دوسرے خلیفہ عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کا حوالہ دینا مناسب ہوگا کہ دریائے فرات کے کنارے ایک کتابھی بھوکا مر جاتا ہے تو عمر کو فرائض میں غفلت کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ (Mohtsham, Saeed M, Vision and Visionary

Leadership - An Islamic Perspective)

مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ، سینئر ایس سی جو کہ صوبہ کے چیف ایگزیکٹو کی طرف سے پیش ہو رہے تھے اپنے دلائل میں تجویز کیا کہ عدالت ہذا کو صوبائی حکومت کو بیدار ہونے کا کہنا چاہیے تاکہ وہ آئین کی دفعات کا نفاذ کرے۔ فاضل وکیل کی یہ تجویز اتنی مضبوط نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عدالت کی مداخلت کے بغیر امن و امان کی صورتحال کو برقرار رکھے۔ یہ اس ملک کی تاریخ ہے کہ ماضی میں بہت سی حکومتیں امن و امان کی بگڑی ہوئی صورتحال کی وجہ سے ختم کی گئیں۔ اس سلسلہ میں متفقہ کو توڑے جانے

والے احکامات کے حوالہ جات دیے جاسکتے ہیں جو کہ جمہوری طریقہ سے منتخب صدور نے جاری کیے جن کو عدالت ہڈانے بھی وقتاً فوقتاً بحال رکھا۔

حکم مورخہ 29-05-88 جس کے ذریعے صدر پاکستان نے آرٹیکل (b)(2) 58 کے تحت قومی اسمبلی کو توڑا

”اور جیسا کہ ملک میں امن و امان کی صورتحال خطرناک حد تک خراب ہو چکی ہے جس کے نتیجے میں لا تعداد زندگیوں کا ضیاع ہوا اور جائیدادوں کا نقصان ہوا۔

اور جیسا کہ شہریوں کی جائیداد، زندگیاں اور ناموس مکمل طور پر غیر محفوظ ہو چکی ہیں اور پاکستان کے نظریہ اور خود مختاری کو شدید خطرہ ہے۔

Federation & Pakistan V. Haji Muhammad Saifullah Khan

(PLD 1989 SC 166)

حکم مورخہ 6 اگست 1990ء آئین کے آرٹیکل (b)(2) 58 کے تحت قومی اسمبلی کو توڑا گیا۔

(d) وفاقی حکومت آئین کے آرٹیکل (3) 148 کے تحت صوبہ سندھ کو اندرونی فسادات سے محفوظ رکھنے میں ناکام ہو چکی ہے اور یہ یقین دلانے میں کہ صوبہ سندھ کی حکومت آئین کے مطابق چل رہی ہے۔ بہت زیادہ انسانی جان اور املاک کے ضیاع کے باوجود۔ دیہی اور شہری علاقوں میں فسادات، شہریوں کے بیچ قانون کی خلاف ورزی کرنے کی سیاست، اغواء برائے تاوان وغیرہ وغیرہ صوبائی حکومت کی اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کی ناکامی ہیں۔ اور وہ آئین کی مقرر کردہ شقوق پر عملدرآمد کرنے میں ناکام ہوئے ہیں۔ [Khawaja Ahmad Tariq Rahiv v. The

Federation of Pakistan (PLD 1992 SC 646)]

حکم مورخہ 5-11-1996 جس کے ذریعے صدر نے آئین کے آرٹیکل (b)(2) 58 کو استعمال کرتے ہوئے قومی اسمبلی کو تحلیل کیا۔

”جبکہ گزشتہ تین سالوں کے دوران کراچی اور پاکستان کے مختلف علاقوں میں ہزاروں انسان آئین کے آرٹیکل 9 کے حق سے محروم کئے گئے ہیں۔ وہ پولیس مقابلے اور پولیس کی حراست میں مارے گئے ہیں۔

73۔ ہم یہ دہراتے ہیں کہ اب آئین کے تحت یہ ممکن نہیں کہ مسلح افواج ماورائے آئین اقدامات کرتے ہوئے حکومت کو معطل کریں۔ اگر ضرورت ہو تو اس عدالت کے تفصیلی فیصلے (سندھ ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کے مندرجہ بالا کیس سے) کا حوالہ دیا جاسکتا ہے مگر ساتھ ہی منتخب نمائندوں کے آئینی فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر وہ یہ

سمجھتے ہیں کہ سیاسی خود غرضی کے تحت وہ صوبے میں موجود صورتحال جاری رکھنا چاہتے ہیں تو یہ ان کی اپنی ذمہ داری ہے، دوسری صورت میں وہ پابند ہیں کہ شہریوں کی زندگی، جائیداد اور آزادی نقل و حمل وغیرہ کے تحفظ کو یقینی بنائیں کے بصورت دیگر آئینی طور پر وہ حکومت کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

36- ریکارڈ پر موجود بیانات اور مواد کی چھان بین کرنے سے یہ پتا چلتا ہے کہ صوبہ بلوچستان کا کاروبار آئین کے تحت نہیں چل رہا جس کے نتیجے میں اندرونی فسادات بڑھ رہے ہیں۔

37- ایک وقت میں یہ مانا گیا کہ اندرونی فسادات موجود ہیں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے بشمول ایف سی، پولیس اور لیویز صوبے میں رہنے والوں کی زندگی اور جائیداد کی حفاظت کرنے اور اپنا آئینی اختیار استعمال کرنے اور صوبے کو چلانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ موجودہ صورتحال میں لوگوں کی جان و مال حکومت کے رحم و کرم پہ نہیں چھوڑی جاسکتی۔ خاص طور پر بلوچستان کی موجودہ صورتحال میں جبکہ کیبنٹ کے موجودہ نمائندگان، پولیس افسران اور ایف سی کے افراد کے خلاف اہم نوعیت جیسا کہ اغوا برائے تاوان میں ملوث ہونے کے سنگین الزامات ہوں۔ بے شک مختلف تنظیموں سے وابستہ مجرم بھی اس جرم میں ملوث ہیں مگر اب تک کسی بھی کیس کا کھوج نہیں ملا جیسا کہ لاپتہ افراد، ٹارگٹ کلنگ، تشدد زدہ لاشیں ملنا اور اغواء برائے تاوان جن میں وہ ملوث ہوں۔

38- ان حالات میں کوشش کرنی چاہئے کہ آیا کوئی بیرونی قوت بھی اندرونی بد امنی کے خلاف کارروائی کرنے میں برابری کی پابند ہے۔ آئین کے آرٹیکل (3) 148 کا حوالہ دیا جاسکتا ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے:-

”148- صوبوں اور وفاق کی ذمہ داریاں۔

(1) - ہر صوبے کی انتظامی قوت اس طرح عمل میں لائی جائے گی کہ وفاقی قوانین جو اس صوبے میں نافذ ہونے ہیں ان کی بجا آوری کی جائے۔

(2) - اس باب کی کسی دوسری شق سے تصادم ہوئے بغیر وفاقی حکومت کے انتظامی اختیارات کا کسی صوبے میں نفاذ کرتے ہوئے اس صوبے کے مفادات کا خیال رکھا جائے گا۔

(3) - یہ وفاق پر ذمہ داری ہوگی کہ وہ ہر صوبے کو بیرونی جارحیت اور اندرونی بد امنی سے محفوظ رکھے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ ہر صوبے کی حکومت آئین کی دفعات کے مطابق چلائی جاتی ہے۔

39۔ اب توجہ طلب سوال یہ ہے کہ صوبے میں اندرونی بد امنی کو مد نظر رکھتے ہوئے ضروری کردار وفاق کی ذمہ داری ہے۔ اس معاملے پر خالد ملک بنام وفاق پاکستان (PLD 1991 Karachi 1)، جماعت اسلامی پاکستان بنام وفاق پاکستان (PLD 2000 SC 111)، اور محترمہ بینظیر بھٹو بنام صدر پاکستان (PLD 1998 SC 388) کیسوں میں بحث کی گئی ہے۔ ان کے متعلقہ پیرا گراف درج ذیل ہیں:-

خالد ملک بنام وفاق پاکستان (PLD 1991 Karachi 1)

آرٹیکل (3) 148 وفاق پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ بیرونی جارحیت اور اندرونی بد امنی سے صوبوں کی حفاظت کرے۔ یہ وفاق کو اس بات پر بھی مجبور کرتا ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ صوبے آئین کی دفعات کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ لہذا، یہ وفاق کی ذمہ داری ہے کہ نہ صرف وہ صوبوں کو اندرونی بد امنی سے محفوظ رکھنے کے اقدامات کرے بلکہ ایسے ذرائع اور مواقع بھی پیدا کرے کہ صوبے کی حکومت آئین کی دفعات کے تحت چلائے جانے کی یقین دہانی ہو۔ مخصوص حالات میں وفاق صوبوں کو ہدایات بھی جاری کر سکتا ہے۔ ’اندرونی بد امنی‘ کے الفاظ سے آئین کے وسیع پس منظر میں، معمولی نوعیت کے جھگڑے، فسادات، احتجاج اور اسی طرح کے واقعات جو صوبے کے امن اور سکون میں مقامی طریقے سے خلل ڈال سکتے ہیں مراد نہیں ہے۔ ایسے معمولی نوعیت کے واقعات ہو سکتا ہے صوبوں میں روزمرہ کا معمول ہوں جو ان کی حکومتیں جو طاقت اور ذرائع سے بہرہ ور ہوں، ان پر قابو پاسکتی ہیں۔ تاہم اگر ایسی صورتحال پیدا ہو جائے کہ صوبائی حکومت اندرونی بد امنی پر قابو پانے میں ناکام رہے تو اس صورت میں وفاق صوبے کو ایسی داخلی/اندرونی بد امنی سے بچانے/محفوظ رکھنے کے اقدامات کرے گا۔

جماعت اسلامی پاکستان بنام وفاق پاکستان

(PLD 2000 SC 111)

10۔ درخواست دہندگان کے فاضل وکلاء اور فاضل انارنی جنرل نے ہماری توجہ کسی بھی ایسے قانون کی طرف نہیں دلائی جس میں ’اندرونی بد امنی‘ کی تعریف کی گئی ہو۔ لفظ اندرونی بد امنی کی آئین میں کہیں بھی تعریف نہیں کی گئی۔ آرٹیکل 232 میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ ’اندرونی بد امنی‘ سے مراد ایسی بد امنی ہے جو صوبائی حکومت کے قابو سے باہر ہو۔ لہذا ’اندرونی بد امنی‘ کو جاننے کیلئے اس کو عام مفہوم میں جاننا ضروری ہے۔ ’اندرونی بد امنی‘ کو عام طور پر اس حوالے سے لیا جاتا ہے کہ ملک کے کسی حصے میں انتشار کی وجہ سے وسیع پیمانے پر پر تشدد واقعات رونما ہوں۔ لفظ ’احتجاج‘ ملک کے Labour Laws میں کثرت سے استعمال ہوا ہے اور عام طور پر اس کا مطلب مزدور کی کام سے مسلسل ہڑتال کئے

جانے کو لیا جاتا ہے اور اس کے قانونی اور غیر قانونی ہونے کا انحصار اس کے کئے جانے کے طریقہ کار اور اس کے مقصد پر ہوتا ہے اور جس کا حوالہ متعلقہ قوانین کی خاص دفعات میں موجود ہے۔ 'احتجاج' مزدوروں کی اجتماعی کوشش ہے جس کا مقصد تنخواہ بڑھانا یا اپنے آجر سے دوسری رعایات اور فوائد حاصل کرنا ہوتا ہے جس کیلئے اپنے مطالبات کے حصول تک کام کرنا بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ سوال کہ احتجاج جو مزدور یا مزدور یونین کے اراکین یا مزدوروں / ملازمین کی یونین کے اراکین کے کہنے پر کیا جاتا ہے آیا یہ قانونی ہے یا غیر قانونی اس کا انحصار حقائق اور حالات پر ہے جن کی تعریف متعلقہ قوانین میں کی گئی ہے اور ان کے مقاصد بھی بیان کئے گئے ہیں۔ تالہ بندی اور احتجاج میں فرق کو امریکی قانون Dail-Overland Co. v. Willys-Overland, D.C. Ohio, 263 F. 171, 186, میں وضع کیا گیا ہے جس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ 'احتجاج' سے مراد ہے جب لوگ کام کرنا چھوڑ دیں کیونکہ آجر ان مطالبات کو ماننے سے انکار کرتا ہے جو اس سے کئے جاتے ہیں اور تالہ بندی سے مراد ہے کہ ملازمین کام پر آنے سے انکار کر دیں جب تک کہ آجر ان کے مطالبات پورے نہیں کرتا۔ (Refer Words and Phrases, Permanent Edition, Volume 40, p. 471) In City of Wilmington v. General Teasmsters Local Union 326 Del, 321 A. 2d 123, 126 میں یہ طے کیا گیا تھا کہ 'ایک ہڑتال یا احتجاج ہونے / کرنے میں، ایک گروہ کی مشترکہ کوشش مرکوز ہوتی ہے جس کا مقصد ایک فرد یا ادارے پر دباؤ ڈالنا ہوتا ہے تاکہ وہ مخصوص مطالبات کو منظور کر لے'۔

تالہ بندی اور ہڑتال میں فرق:

36۔ کام روکنا تالہ بندی ہے نہ کہ ہڑتال، تاہم بعض حالات میں کام روکنا اور ہڑتال ہم معنی ہوتے ہیں، جیسا کہ ہڑتال کی وجہ سے کام کار کے رہنا، لیکن تالہ بندی کے نتیجے میں ملازمین کا پکٹنگ کے ذریعے کام روکنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ملازمین ہڑتال پر تھے۔ لیبر اور انڈسٹریل تنازعات میں ہڑتال اور تالہ بندیاں ہر کیس کے اپنے حالات اور متعلقہ قانونی دفعات کے پیش نظر جائز بھی ہو سکتی ہیں اور ناجائز بھی۔ قانونی بھی اور غیر قانونی بھی۔ ہڑتال سے اقتصادی سرگرمی کے روکنے کا مفہوم بھی لیا جاتا ہے۔ بشمول پہیہ جام، دکانوں کا بند کرنا، اور سیاسی جماعتوں کا اپنے منشور، پالیسیوں اور پروگرام کی ترویج کیلئے پریس کے سامنے اپنے سیاسی مطالبات کیلئے اکٹھے ہونا، ہڑتالیں ہمدردی کی نوعیت میں بھی ہو سکتی ہیں جو کہ ایک مقصد کے ساتھ اپنی روایتی یک جہتی کا عام اظہار ہوتا ہے۔

ایک اعلیٰ قومی یا بین الاقوامی مقصد کی مضبوطی اور تحفظ کی کوشش میں ہمدردانہ ہڑتال کے ذریعے ملی یکجہتی کا اظہار ہوتا ہے۔ بیٹھنے کی ہڑتال عام طور پر سیاسی جماعتوں کے ایماء پر یاد دہرنا دیکر کی جاتی ہیں۔

37- یہ بات عیاں ہے کہ مذکورہ بالا آئینی دفعات، وفاق اور ایک صوبے کے بیچ میں ایک ایسی صورتحال کی موجودگی میں رشتے، تعلق کو مربوط کرتا ہے جس میں اس صوبے میں وفاقی قانون قابل عمل ہوتا ہے۔ اور ایک ایسی صورتحال میں جہاں اس نقطہ کو سمجھا جانا چاہئے کہ اس صوبے میں وفاقی قانون کا نفاذ کس طرح ہوگا تا کہ اس سے مطلوبہ نتیجہ حاصل کیا جاسکے۔ اور وہ کارگر ثابت ہو۔ تو ایسی صورتحال کو منظم، برقرار رکھتے ہوئے مناسب مؤثر بااداری اقدامات اٹھائے جاتے ہیں۔ جنہیں وفاقی حکومت کو نگران کی حیثیت سے کردار نبھانا ہوتا ہے اور اس صوبے کو ہدایات دینی ہوتی ہیں جس میں وفاقی قانون کو نافذ کیا جانا ہوتا ہے۔

40- بظاہر وفاق پاکستان نے بلوچستان کی صوبائی حکومت کو ایف سی کی تعیناتی کے ذریعے اندرونی خلفشار سے کچھ تحفظ فراہم کیا ہے۔ حکومت بلوچستان کے ہوم سیکریٹری نے اس سلسلے میں تفصیلات داخل کیں جس کے مطابق ایف سی صوبائی حکومت کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی امن وامان کے قیام میں مدد کرتی ہے۔ ایف سی کی طرف سے پیش ہونے والے فاضل سینئر وکیل جناب ایس ایم ظفر نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ وزارت داخلہ برائے حکومت پاکستان نے چٹھی محررہ 28-12-2009 کے تحت تقریباً پورے صوبے میں امن عامہ کو برقرار رکھنے اور صوبائی حکومت کی مدد، تعاون کیلئے ایف سی کو حکومت بلوچستان کے سپرد کیا ہے۔ اس کے بعد ایف سی کو سول مسلح قوت کی حیثیت سے اس صوبہ کے تقریباً ہر ضلع میں تعینات کیا گیا ہے۔ ہوم سیکریٹری کے مطابق یہ بات غور طلب ہے کہ مذکورہ بالا چٹھی کے اجراء سے قبل ہی صوبے میں ایف سی کی تعیناتی کر دی گئی تھی۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ ایف سی کے فاضل وکیل کی دی گئی معلومات کے مطابق سال 2006ء سے لیکر 10-10-2012 تک ایف سی کے 432 جوانوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ جبکہ 604 زخمی ہو گئے ہمارے سوال پر انہوں نے وضاحت کی کہ ایک کیس جس میں سال 2009 میں ملزمان گرفتار کر لئے گئے تھے کے علاوہ اب تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں لائی گئی۔ اس بات کا مشاہدہ بھی بہت اہمیت کا حامل ہے کہ ان حادثات کے خلاف اور ایف سی کے زخمی جوانوں کے معاملہ میں صرف 69 ایف آئی آر کا اندراج کیا گیا ہے۔ ہمارے مزید استفسار پر یہ بتایا گیا کہ اس سے پہلے ان واقعات سے متعلق کوئی بھی FIR درج نہیں کرائی گئی۔ ایسی معلومات ہمارے لئے بہت زیادہ حیران کن ہیں کہ فوجداری نظام انصاف کا بنیادی قانون ہے کہ جیسے ہی کوئی ایسا جرم جو قابل دست اندازی پولیس ہو، کا ارتکاب کیا جاتا ہے تو اس معاملہ کی قانون نافذ کرنے والے ادارے کو فوری رپورٹ کی جاتی ہے۔

41- یہ بات بھی اتنی ہی اہم ہے کہ مسخ شدہ لاشوں کی برآمدگی، ٹارگٹ کلنگ وغیرہ میں لوگ خوف یا قانون نافذ کرنے والے اداروں پر عدم اعتماد کی وجہ سے FIR درج کرانے سے کتراتے ہیں۔ جہاں تک گمشدہ افراد کا تعلق ہے تو اس سلسلے

میں لوگ اتنے خوف زدہ ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر معاملہ پولیس میں رپورٹ کیا تو اپنے پیاروں کی لاشیں وصول کریں گے تاہم اس عدالت کی مداخلت کے بعد لوگوں نے FIR درج کرانی شروع کر دی ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے دفعہ 365 PPC کے تحت درج شدہ زیادہ تر FIR میں ایف سی کو مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے کہ انہوں نے یہ جرائم کئے ہیں۔

42۔ یہ امر بھی توجہ طلب ہے کہ 2006 سے لیکر اب تک سولین کی ایک خطیر تعداد بشمول پولیس، لیوی، ایف سی کے اہلکار اور آبادکار، مبین فرقہ وارانہ بنیادوں پر جاں بحق کئے گئے ہیں۔

43۔ صوبہ بلوچستان میں حالات، اگست 2006 سے خراب ہونا شروع ہو گئے جب نواب محمد اکبر خان بگٹی کو قتل کیا گیا اور اسی طرح بہت لوگوں کی جانیں چلی گئیں۔ ایسے ہی بچوں عورتوں اور مردوں کی ایک بڑی تعداد جو بلوچستان کے مختلف لسانی گروہ سے تعلق رکھتے تھے نشانہ بنایا گیا ان کا کاروبار تباہ ہو گیا حتیٰ کہ وہ امن و عامہ کی خراب صورتحال کی وجہ سے اپنی روزمرہ ضروریات اور روزی کمانے سے قاصر ہو گئے۔ انتظامیہ پر عدم اعتماد اور ناراضگی ظاہر کرنے کے لئے لوگ احتجاج، شٹر ڈاؤن اور پہیہ جام ہڑتال کرتے ہیں۔

44۔ صوبہ بلوچستان، ترقیاتی منصوبے اور صنعتیں نہ ہونے کی وجہ سے پسماندہ علاقہ ہے۔ لوگوں کو اپنا حصہ نہیں مل رہا۔ بہت بڑی کابینہ کی موجودگی کے باوجود لوگ سمجھتے ہیں کہ مقننہ میں ان کی کوئی نمائندگی نہیں ہو رہی اور صوبائی اسمبلی میں سوائے اس کے کہ ایم پی ایز کو تیس کروڑ صرف اپنی مرضی کے مطابق ترقیاتی کاموں کے لئے نوازا جاتا ہے لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے اسی طرح صوبہ میں کوئی رٹ نہیں ہے۔ لوگ خوفزدہ ہیں اور ان کی زندگیوں کو خطرہ ہے اور وہ آئین کے تحت اپنے بنیادی حقوق لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

45۔ صوبائی حکومت کے خلاف بدعنوانی کے سنگین الزامات بھی قابل توجہ ہے۔ اور لوگ سمجھتے ہیں کہ صوبہ میں کوئی معاشرتی اور معاشی ترقی نہیں ہو رہی ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صوبہ میں ان حالات کی وجہ سے لوگوں میں مایوسی پیدا ہوتی ہے اور وہ جرائم میں لگ جاتے ہیں۔

46۔ جناب ایس ایم ظفر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے بلا جھجک یہ تسلیم کیا کہ یہاں آئین کے تحت دیے ہوئے انسانی اور بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اور اس حقیقت کو پاکستان ہیومن رائٹس کمیشن نے بھی اپنی رپورٹ 11-2010 میں شائع کیا ہے۔ اس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ امن عامہ کو ٹھیک کرنے کے لئے، صوبے میں ایک بڑی تعداد ایف سی جوان (پچاس ہزار میں سے) تعینات کئے لیکن باوجود اس کے حالات بہتر نہیں ہوئے۔ ہم نے ایک بات نوٹ کی ہے کہ صوبہ کی

انتظامیہ میں مختلف فورسز کی مداخلت کی وجہ سے بہت ہی مشکل لگتا ہے کہ امن و عامہ کو قائم کیا جائے یا لوگوں کے بنیادی حقوق کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔ جس طرح اوپر بیان کیا گیا کہ سیکرٹری دفاعی نے یقین دہانی کرائی ہے کہ آئندہ کوئی خلاف ورزی نہیں ہوگی کیونکہ خفیہ ایجنسی کو راہ داری جاری کیے جائیں گے۔ اور پہلے سے جاری شدہ راہ داری کو منسوخ کر دیا گیا اور ایسی تمام گاڑیاں جو کسٹمر ڈیوٹی پیڈ نہیں ہیں کو تین دن کے اندر بند کیا جائے گا۔ ہم اس درخواست کہ ان لوگوں کے ناموں کی فہرست جن کو ایجنسز نے راہ داری دی کو عام کیا جائے منظور کرتے ہیں۔ یہ تعداد گاڑیوں کی 98 ہے۔ یہ چیز ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ لاء انفورسمنٹ ایجنسی کے کس قانون کے تحت یہ راہ داری جاری کیے کہ بغیر کسٹم پیڈ گاڑیاں چلائی جائیں۔ یہ کہ سیکورٹی ایجنسز کا یہ کام مجاز اختیار/قانون کے خلاف ہے۔ ان کو آئندہ ایسی راہ داری جاری کرنے سے روکا جاتا ہے تاکہ بغیر کسٹمر پیڈ گاڑی نہ چلائی جائے اور نہ آئندہ ایسی راہ داری/سہولت غیر قانونی اسلحہ لے جانے کے لئے دی جائے۔

47۔ مندرجہ بالا حقائق اور حوالہ جات قانون، اور آئین کی شق (3) 148 وفاق پر ایک ذمہ داری ڈالتی ہے کہ وہ بلوچستان کی صوبائی حکومت کو اندرونی مشکلات سے بچائے جو غیر متنازعہ حقائق (جن کا حوالہ پہلے دیا گیا ہے) کی وجہ سے پیدا شدہ ہے اور وہ ادارہ جن کی ڈیوٹی ہے وفاقی حکومت ایک ایسی ذمہ داری کی طرح نبھائے گا اور اس ذمہ داری سے فرار ہو نا مشکل ہے کیونکہ ذمہ داری نبھانا ایک فرض ہے۔ اس لحاظ سے مقدمہ ALCOCK A. & Co. VS C. (AIR 1923 Privy Council 138) کا حوالہ دیا جاسکتا ہے جن کے متعلقہ نکات نیچے بیان کیے جاتے ہیں:-

معزز جج صاحبان، تاہم، بمبئی ہائی کورٹ سے اتفاق کرتے ہیں کہ یہ دفعہ کی بہت چھوٹی بناوٹ ہے پہلے اس کیس کو لیں جو کلاز کے آخر میں آتا ہے۔ اگر Assessee ایک کیس کے لئے درخواست کرتا ہے۔ Authority اس کو بیان ضرور کرے۔ حتیٰ کہ وہ یہ کہے کہ یہ غیر ضروری اور بے کار ہے۔ اس کو عدالت کے کہنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے یہ قانونی فرائض میں غفلت اور انکار تصور ہوگا اگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ اس کیس کو علیحدہ کر لیں۔ ضابطہ کو دفعہ کا پہلے حصہ مضبوط کرتی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ حصہ خاموش ہے کہ وہ ایک کیس کو بیان کرے گا یہ صرف کہے کہ وہ شاید اور جس طرح مدعی علیہ کے فاضل وکیل نے صحیح فرمایا کہ شاید کا مطلب ضروری نہیں اور نہ ہی الفاظ ہیں۔ یہ قانونی ہوتی اور لازمی ہوتی ہیں۔ صرف صلاحیت اور اختیار جو ادارے کو دیا گیا۔ لیکن جب ادارے کو ایک صلاحیت یا اختیار ایک عوامی ادارے کو دیا جاتا ہے وہاں کچھ حالات ایسے ہو سکتے ہیں جو ان اختیارات کے ساتھ مل کر ایک فرض بن جاتا ہے جو نبھانا ہوتا ہے۔ مقدمہ بعنوان Julivs V. Lord Bishop of Oxford (3) میں لارڈ کینز کی زبان استعمال کرتے ہوئے ”کسی چیز کی قدرت کے ساتھ جڑے اختیار کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ کسی کام کے لئے کچھ کرنا پڑتا ہے۔ کچھ حالات کے اندر وہ کرنا پڑتا ہے۔ کچھ کسی شخص یا اس کے فائدے کے لئے اختیارات کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ جو اختیار کو فرض کے ساتھ جوڑ لیتا ہے۔ اور اس سے اس شخص

کا فرض بن جاتا ہے جس کو یہ اختیار دیا ہوتا ہے کہ اس اختیار کو استعمال کرے جب ان کو ایسا کرنے کے لئے کہا جائے۔ معزز ججز صاحبان کی نظر میں، ہمیشہ اخذ کرتے ہوئے کہ یہاں قانون کی ایک اہم نقطہ زیر غور ہے یہاں Chief Revenue Authority پر ایک فرض لازم ہے کہ عدالت کی رائے کے لئے ایک کیس کو بیان کریں اور اگر وہ ایسا کرنا پسند نہیں کرتا تو یہاں ایک سنجیدہ نقطہ ہے کہ یہ عدالت کے اختیار میں ہے کہ ان کو پابند کرے اور ان کو حکم کرے کہ ایک کیس کو بیان کیا جائے۔

یہاں تک جج صاحبان ہائی کورٹ سے متفق ہیں وہ سوال جس کی وجہ سے یہ اپیل دائر کی گئی ابھی باقی ہے۔ ہائی کورٹ نے بظاہر قرار دیا ہے کہ اس کیس میں کوئی اہم قانونی نکتہ نہیں ہے بلاشبہ مدعا علیہ کے وکیل نے یہ موقف اختیار کیا کہ ہائی کورٹ نے اس نقطہ نظر کو مان لیا تھا کہ اس میں قانونی نقطہ ہے اور پھر اس نے مدعیان کے خلاف اس کا فیصلہ کر دیا۔ لیکن معزز جج صاحبان نے اس بات کو ناقابل قبول قرار دیا۔ اگر یہاں کوئی قانونی نقطہ ہے تو پھر اس کا فیصلہ باقاعدہ طریقے سے اور مناسب مواد پر کیا جانا چاہئے اور یہاں یہ بھی کہنا چاہیے کہ یہ طریقہ مناسب نہیں ہے اور کم از کم یہ بات مشکوک ہے کہ کیا مواد مکمل ہیں۔

21. معزز جج صاحبان کو اس امر پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ کیا ہائی کورٹ کو کیس بیان کرنے کا حکم دینا چاہیے تھا جیسا کہ فاضل چیف جسٹس کے سامنے آیا، اس کا انحصار اس بات پر تھا کہ کیا چیف ریونیو اتھارٹی کے پاس معقول وجوہات تھیں جن کی بدولت انہیں یقین تھا کہ ریفرنس ضروری ہے یہ بالکل وہ طریقہ نہیں ہے جیسا کہ معزز جج صاحبان اختیار کرتے ہیں۔ لیکن آگے چلنے کے لیے ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ چیف جسٹس کی نظر میں وہ منافع جات جو کہ کاروبار میں نہ لگائے جائیں وہ اس قانون کے تحت کاروباری سرمایہ نہیں ہیں اور وہ منافع جات جن کو کاروبار میں لگایا جاتا ہے یہ ضروری نہیں کہ انہیں کاروباری سرمایہ سمجھا جائے۔ اور آخر میں یہ کہ کیا منافع جات کاروبار میں لگائے گئے یا نہیں یہ ایک واقعی سوال ہے جو کہ اتھارٹی نے طے کرنا ہے۔ J Fawcett نے اس سے اتفاق کیا اور انھوں نے قرار دیا کہ یہ واضح طور پر ظاہر نہیں کیا گیا کہ کیا یہ چیف ریونیو اتھارٹی کی ذمہ داری تھی کہ وہ ان سوالات کو کورٹ کو بھیجوائے اور یہ کہ اس کے پاس معقول وجوہات تھیں اس بات پر مطمئن ہونے کے لیے کہ ریفرنس بجھوانا ضروری نہیں تھا۔

48۔ بد قسمتی سے اس کیس میں وفاقی حکومت، سوائے ایف سی کے دستوں کی تعیناتی کے، صوبہ بلوچستان کو اندرونی خلفشار سے محفوظ کرنے میں ناکام ہو گئی ہے۔ جہاں تک صوبائی حکومت کا تعلق ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صوبے کا انتظام کرنے کا آئینی اختیار کھوپچی ہے۔

49۔ لہذا اوپر کی گئی بحث کی روشنی میں مندرجہ ذیل حکم جاری کیا جاتا ہے۔

1. اس عدالت کو آئین کے آرٹیکل (3) 184 کے تحت دیئے گئے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے یہ اختیار حاصل ہے کہ بنیادی حقوق کا نفاذ کرے جو کہ آئین کے دوسرے حصہ کہ Chapter No. I میں دیئے گئے ہیں اگر یہ عدالت یہ سمجھے کہ معاملہ عوامی مفاد کا اور ان بنیادی حقوق کے نفاذ کا ہے جو کہ آئین میں دیئے گئے ہیں جیسا کہ سیکشن 4 اور ساتھ ساتھ بنیادی حقوق زیر آرٹیکل 25 اور 14, 15, 17, 18, 24, 10A, 9 کی خلاف ورزی کی گئی ہو۔

(2) موجودہ صوبائی حکومت صوبہ میں قانون کی حکمرانی قائم کرنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ جس کی وجہ سے اوپر بیان کئے گئے شہریوں کے حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ بلوچستان کے عوام میں سولیلین، قانون کا نفاذ کرنے والے ادارے جیسا کہ پولیس، لیویز، FC, BC اور کوٹل گارڈز کے مسلح افراد شامل ہیں جس کے نتیجہ میں صوبائی حکومت حکمرانی کی صلاحیت اور صوبہ بلوچستان میں حکمرانی کے آئینی اختیار کا آئین کے مطابق استعمال اور اوپر بیان کیے گئے بنیادی حقوق کا نفاذ کرنے میں ناکام ہو چکی ہے۔

(3) وفاقی حکومت نے اگرچہ صوبائی حکومت کو اندرونی خلفشار سے محفوظ کرنے کی کوشش میں اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے FC کی تعیناتی سال 2006 سے آئین کے آرٹیکل (3) 148 کے تحت کی لیکن جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ اس عرصہ کے دوران FC کے 432 اہلکار جاں بحق ہوئے اور 600 سے زیادہ زخمی ہوئے۔ یہاں تک کہ 11.10.2012 کو سیکرٹری داخلہ کے مہیا کے گئے DSR کے مطابق ڈیرہ بگٹی میں FC کے چار اہلکار جاں بحق ہوئے۔ بظاہر FC کے ملوث ہونے کے سنجیدہ الزامات ہیں جیسا کہ انسپیکٹر جنرل پولیس کی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ ہر تیسرے گمشدہ فرد کے کیس میں FC کے اہلکاروں کے نام بطور ملزم لیے جا رہے ہیں۔ پچھلے چار سالوں میں صوبہ بلوچستان کی غیر آباد جگہوں سے مسخ شدہ لاشوں کی برآمدگی کا سلسلہ جاری ہے۔ نہ صوبائی حکومت اور نہ ہی وفاقی حکومت ان ملزمان کی شناخت میں کامیاب ہو سکی ہے جو کہ ان افراد کے قتل میں ملوث ہیں۔ یہاں تک کہ اس معاملے میں قانون نافذ کرنے والے اداروں نے کوئی رپورٹ بھی درج نہ کی ہے۔ یہی معاملہ گمشدہ افراد، ٹارگٹ کلنگ، اغوا برائے تاوان اور فرقہ وارانہ قتل و غارت کا بھی ہے اس عدالت نے اس کیس کی سماعت کے دوران مقدمات کا اندراج کرایا۔ لیکن ایک بھی ملزم کو قانون کے شکنجہ میں نہیں لایا گیا۔ یہ صوبہ میں ایک معمول کی بات ہے کہ اس طرح کے بے شمار مقدمات ہیں جن میں ملزمان کا پتہ نہ چلایا جاسکا ہے۔ عوام اور ملازمین سولیلین اور غیر سولیلین کے پاس زندگی، جائیداد عزت اور پیشہ کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں ہے صوبائی وفاقی حکومت کو اس عدالت کی واضح ہدایات اور 31.07.2012 کو کی گئی Commitment کے باوجود جو مندرجہ ذیل نے دستخط کی تھی۔

الف۔ سیکرٹری وزارت داخلہ حکومت پاکستان۔

ب۔ سیکرٹری وزارت دفاع حکومت پاکستان۔

ج۔ چیف سیکرٹری حکومت بلوچستان۔

د۔ سیکرٹری داخلہ حکومت بلوچستان۔

ر۔ انسپیکٹر جنرل پولیس، بلوچستان۔

ہ۔ انسپیکٹر جنرل ایف سی۔

وہ اپنے وعدے کو پورا کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں جس کے نتیجے میں مایوسی، حوصلہ شکنی اور لاقانونیت شہریوں کے درمیان روز بروز بڑھ رہی ہے۔

4۔ حالات کے مطابق یہ وفاقی حکومت کی آئینی ذمہ داری ہے کہ تمام آئینی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے پاکستانی عوام کے بنیادی حقوق کے تحفظ اور خصوصاً ان کی زندگی کی حفاظت کو یقینی بنائے لیکن ابھی تک کوئی اختیارات استعمال نہیں کئے گئے کیونکہ اس طرح کے اختیارات استعمال کرنے کیلئے جمہوری حکومت کے سیاسی فیصلوں کو آئین کے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے مد نظر رکھا جائے گا۔ لیکن افسوس کہ بلوچستان کے معروضی حالات کو دیکھتے ہوئے ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ تاہم ہماری یہ رائے ہے کہ آئین کے آرٹیکل (3) 184 کے تحت یہ آئینی ذمہ داری ہے کہ صوبہ بلوچستان میں اندرونی فسادات کو جلد از جلد قابو کریں تاکہ بلوچستان کے عوام کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ صوبائی حکومت جو اپنی آئینی حیثیت کھو چکی ہے کو اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ بنیادی حقوق کی پامالی پر خاموش تماشائی بنی رہے۔ اس لئے وفاقی حکومت کو کہا جاتا ہے کہ آئین کے تحت فوری اقدامات کو یقینی بنائے اور بلوچستان کے عوام کو تحفظ فراہم کرے۔ تمام مجرمانہ حملے بشمول مسخ شدہ لاشیں، گمشدہ افراد اور ہدف شدہ قتل و غارت، اغواء برائے تاوان اور مذہبی اختلافات کی بنیاد پر قتل و غارت سے تحفظ فراہم کریں کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ آئینی ذمہ داری پوری کئے بغیر مندرجہ بالا مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔ ہم نے پہلے سے ہدایات جاری کی ہیں کہ مسخ شدہ لاشوں، گم شدہ افراد، اغواء برائے تاوان اور مذہبی منافرت کے متعلق مقدمات کو رجسٹر کرایا جائے۔ اور ہماری مداخلت پر حکومت بلوچستان نے فیصلہ کیا ہے کہ فوجداری مقدمات دائر کئے جائیں گے اور جن کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں ان کے ورثاء کو معاوضہ دیا جائیگا۔ ہم نے حکومت بلوچستان کو ہدایت کی ہے کہ اس کارروائی کو تیز کیا جائے۔ اور ساتھ ہی ان خاندانوں کو سہارا دینے کیلئے جن کے افراد قتل کئے جا چکے ہیں ایک سکیم بنائی جائے۔

5- وفاقی/صوبائی حکومت خصوصاً ڈیرہ بگٹی میں ڈیڑھ لاکھ افراد IDPs کی بحالی کیلئے اقدامات کریں۔ نہ صرف ان کی جائیداد کی بحالی بلکہ ان کی زندگی اور جائیداد کے تحفظ کیلئے اقدامات اٹھائے جائیں اور شہری انتظامات مثلاً سکول، اسپتال، عدالت، پولیس اسٹیشن وغیرہ کی بحالی کی جائے۔

6- صوبہ بلوچستان کے معاملات میں خفیہ ایجنسیوں کی مداخلت بھی نظر آتی ہے۔ جیسا کہ کافی تعداد میں لوگوں کو کچھ وجوہات کی بناء پر خوش کیا گیا ہے جو ایجنسیوں کو اچھی طرح معلوم ہے جن میں سے کچھ لوگ جو گاڑیوں کی سمگلنگ کا کاروبار کرتے ہیں ان کو بغیر رجسٹریشن اور کسٹم ادا کئے بغیر راہداریوں کی اجازت دی گئی ہے جو کابلی گاڑیوں کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ راہداری ان کو جاری کی گئی ہے جو ناجائز اسلحہ کے حامل ہیں اور جب وہ شخص کسی جرم میں ملوث پا کر پکڑا جاتا ہے تو وہ اس قسم کی غیر قانونی راہداری کی پناہ لیتے ہیں۔ سیکریٹری دفاع نے پہلے سے بیان دیا ہے کہ ایسی راہداری جو پہلے جاری ہوئی انہیں پہلے ہی ختم کر دیا گیا ہے۔ اور ہماری ہدایات کی مطابق 98 گاڑیاں جو ان راہداریوں کی بنیاد پر چل رہی ہیں انہیں قانونی قبضہ میں لایا جائے گا۔ اس لئے ہم دہراتے ہیں کہ مستقبل میں خفیہ ایجنسیوں آئی ایس آئی، ایم آئی، آئی بی یا وفاقی اور صوبائی حکومت ایسی گاڑیوں اور اسلحہ کیلئے اس قسم کی راہداری جاری نہیں کرے گی۔ اگر کسی شخص کی طرف سے ایسی راہداری پیش کی جاتی ہے تو قانون نافذ کرنے والے ادارے ایسے افراد کو گرفتار کر کے بغیر امتیازی سلوک کے اس کے ساتھ قانون کے مطابق نمٹیں گے۔ حکومت بلوچستان کے کسٹم ڈپارٹمنٹ کا امن وامان کی زبوں حالی میں بھی کردار ہے یہ جانتے ہوئے کہ ہزاروں خلاف قانون گاڑیاں پورے ملک میں پکڑی گئی ہیں جو جرائم اور امن وامان کی صورتحال خراب کرنے میں استعمال ہوتی ہیں۔ FBR کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ تمام گاڑیاں جلد از جلد برآمد کرے اور آئندہ کیلئے ایسی کوئی گاڑی بشمول موٹر سائیکل وغیرہ کو پکڑا جائے جو کسٹم ڈیوٹی ادا کئے بغیر لائی گئی ہو۔ اگر ایسی کوئی گاڑی پکڑی جائے تو اسے قبضہ میں لیا جائے اور ملزمان کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے۔

7- یہ دیکھا گیا ہے کہ امن وامان کو برقرار نہ رکھنے کی ایک بڑی وجہ ٹیلی فون سم کی خریداری پر پابندی کا نہ ہونا ہے اس حوالے سے ہم نے 21-05-2012 کو پہلے ہی یہ ہدایات جاری کی ہیں کہ اس کے ساتھ قانون کے مطابق سختی سے نمٹا جائے۔

8- بلوچستان کے لوگ مختلف محرومیوں کا شکار ہیں کیونکہ وہاں معمولی سی صنعت ہے اور نوکریوں کے کم موافقے ہیں اور نوجوان تعلیم حاصل کر کے روزی روٹی کمانے کے لئے اچھا روزگار حاصل کرنے میں ناکام ہوئے ہیں انہوں نے مایوسی دکھانی شروع کر دی ہے کہ میرٹ کا بالکل لحاظ نہیں کیا جاتا۔ اس لئے صوبائی آئینی عہداران کو اب یہ حکم دیا جاتا ہے کہ

احساس محرومی کو ختم کرنے کے لئے تمام اقدامات اٹھائے اور یہ اس وقت ہی ممکن ہو سکتا ہے جب بلوچستان صوبے کو وسائل کا حصہ جس کا اعلان آئین آرٹیکل (2) 172 کے تحت آئینی ترمیم میں کیا گیا جلد از جلد دیا جائے اور اس کا صوبے میں استعمال شفاف ہو اور ایماندار آئینی تقسیم ہو۔ حکومتی عہدہ داران کے خلاف کرپشن کے الزامات کے لئے وفاقی و صوبائی آئینی عہدہ داران دونوں کو چاہیے کہ اس پر غور کریں اور اس بات کو یقینی بنائے کہ مستقبل میں ترقیاتی فنڈز وغیرہ کا استعمال شفاف ہو اور وہ لوگ جو صوبے میں پہلے سے موجود فنڈز کی خوردبرد کے ذمہ دار ہیں ان کو سامنے لا کر قانون کے مطابق سختی سے نمٹا جائے

9۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے صوبے بلوچستان کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا کہ اس کے مطابق صوبے میں اندرونی فساد کا واحد حل صرف سچے آزاد اور شفاف انتخابات/نمائندگان ہیں جو لوگوں کے یقینی چناؤ کردہ عوامی نمائندے ہیں۔ صوبے کی طرف سے یہ دو ٹوک بیان مد نظر رکھتے ہوئے یہ کیا جاتا ہے کہ وفاقی حکومت کو لازمی طور پر اپنی فرض ذمہ داری آئین کے آرٹیکل (3) 148 کے تحت پوری کرنی چاہیے۔

10۔ ہماری ہدایات پر کمیشن برائے جبری گمشدگان میں (گمشدہ لوگ ہدف شدہ قتل، اغوہ برائے تاوان، فرقہ وارانہ قتل اور مسخ شدہ لاشوں کی برآمدگی) میں شامل ملزمان کے خلاف تفتیش کی گئی۔ ہم تفتیش سے خوش نہیں ہیں چاہے وہ پولیس نے کی ہو یا لیویزی نے کی ہو، اس لئے ہم حکم دیتے ہیں کہ ان تمام کیسوں کو CID کو منتقل کیا جائے جسے بحوالہ اعلان نمبر A(262)/24010-23988 مورخہ 2.11.2000 کے تحت، تمام صوبے میں فوجداری مقدمات تفتیش کرنے کا اختیار ہے۔ انسپکٹر جنرل پولیس کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ مناسب افرادی قوت اور ایماندار، مخلص اور نڈر افسران کا تعینات کرتے ہوئے تفتیش کیلئے تمام سہولتیں CID کو فراہم کرے۔ CID ان مقدمات کا چالان براہ راست ہائی کورٹ بلوچستان میں جمع کرائے گی تاکہ ان مقدمات کا تیزی سے فیصلہ کیا جائے۔

11۔ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تحت انتخابات ہونے والے ہیں اس لئے وفاقی و صوبائی آئینی عہدہ داران کو چاہیے کہ وہ ایک ماحول پیدا کریں اور سچے نمائندہ گان کے چناؤ کے لئے آئینی اختیارات کا استعمال کریں۔

12۔ جناب ایس ایم ظفر فاضل وکیل جو کہ ایف سی کی طرف سے پیش ہوئے، نے کافی مواد ریکارڈ پر رکھا۔ جس کا مشاہدہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جب بھی بے گناہ باوردی یا عام شہریوں کے قتل کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو اخبارات ایسی خبریں چھاپتے ہیں جن میں مختلف تنظیمیں ان واقعات کی ذمہ داری قبول کرتی ہیں جو کہ بلوچستان کے لوگوں کے درمیان ایک عدم تحفظ کی فضا

پیدا کرتی ہیں۔ اس طرح کی اشاعت انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کی شق 11-w کے برعکس ہے جسے مندرجہ ذیل تحریر کیا گیا ہے۔

"11-W. Printing, publishing, or disseminating any material to incite hatred or giving projection to any person convicted for a terrorist act or any proscribed organization or an organization placed under observation or anyone concerned in terrorism. (1) A person commits an offence if he prints, publishes or disseminates any material, whether by audio or video-cassettes [FM radio station] or by written, photographic, electronic, digital, wall-chalking or any the method which [glorifies terrorists or terrorist activities] incites religious, sectarian or ethnic hatred or gives projection to any person convicted for a terrorist act, or any person or organization concerned in terrorism or proscribed organization or an organization placed under observation: Provided that a factual news report, made in good faith, shall not be construed to mean 'projection' for the purposes of this section".

13۔ ہمیں بتایا گیا کہ اس لحاظ سے عدالت عالیہ بلوچستان نے بھی پابندی کا آرڈر جاری کیا ہوا ہے۔ اسلئے ہم اس آرڈر کی توثیق کرتے ہیں جو عدالت عالیہ بلوچستان نے منظور کیا ہوا ہے کہ مستقبل میں اوپر دیئے ہوئے قانون پر دونوں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سختی سے عمل کریں۔

50۔ یہ حکم نامہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے اس معاملے کی 71 تاریخوں پر پھیلی ہوئی سماعت کے دوران عدالت کے روبرو پیش کردہ مساوی حقائق اور حالات کی بنیاد پر عبوری حیثیت کا حامل ہے، لیکن اس مقدمے کا حتمی فیصلہ نہ کیا گیا ہے کیوں کہ یہ حکم نامہ ایک عبوری اقدام کے طور پر جاری کیا جاتا ہے اور سیکرٹری داخلہ، حکومت پاکستان کے ساتھ ساتھ چیف سیکرٹری حکومت بلوچستان کو ہدایت جاری کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں اس عبوری حکم نامے کی تعمیل میں دونوں یعنی وفاق میں اور صوبے میں کئے جانے والے اقدامات کی ہر دو ہفتے کے بعد رپورٹ پیش کریں گے اس اثناء میں گم شدہ افراد وغیرہ کی

بازیابی سے متعلقہ تمام ہدایات اس طرح موجود رہیں گی اور کیس کی سماعت مورخہ 31-10-2012 کو اسلام آباد کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

چیف جسٹس

جج

جج

کوئٹہ

12 اکتوبر 2012